ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

۳ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ...... مارچ ۲۰۰۹ء

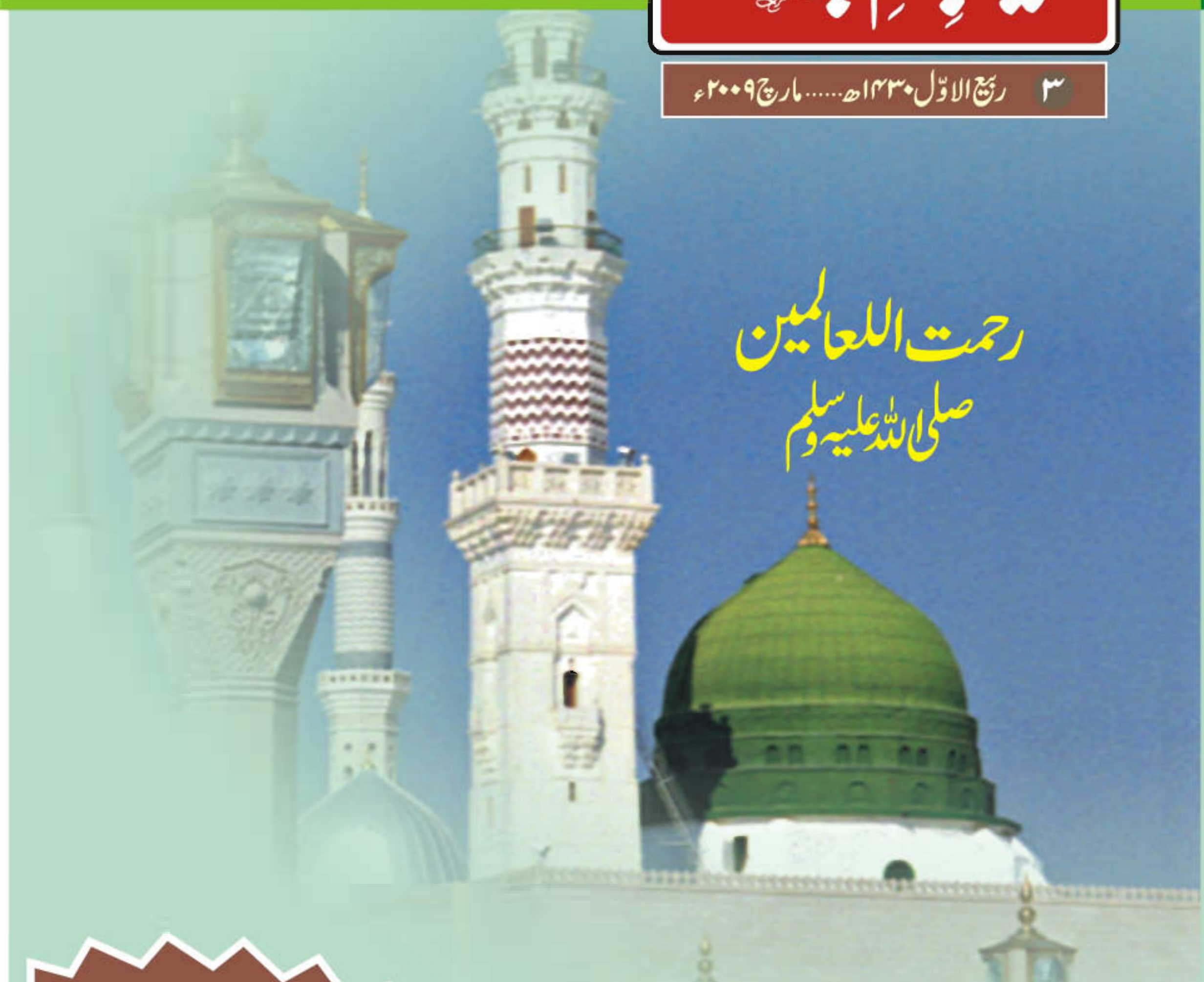

- ★ غدارانِ ختم نبوت کا انجام
- ★ ''......اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا!''
- ★ ''سلطانیٔ جمہور کا آیا ہے زمانہ''
- ★ پاداشِ عمل کا عذاب اور پاکستان

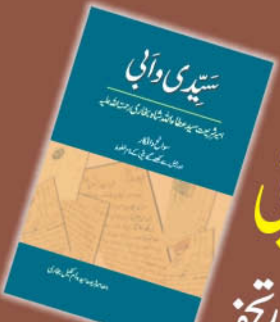

سیّدی وَابی
ایک گراں قدر تحفہ

نورِ ہدایت

القرآن

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اُس میں خوش ہیں اور جو لوگ اُن کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے، ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) اُن کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ۔ اور اللہ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ مومنوں کا اجرا ضائع نہیں کرتا۔'' (آل عمران: ۱۶۹تا۱۷۱)

الحدیث

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ زخم کھانے والا جو اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے زخم سے خون ٹپک رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون کے رنگ کی طرح ہوگا۔ مگر اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔'' (بخاری و مسلم)

الآثار

''تحریک تحفظ ختم نبوت (۵۳ء) میں ہزاروں جوانانِ گُل گوں قبا، سُرخ پوشانِ راہِ بقا اور سرمستانِ عہدِ وفا کی قربانی وشہادت صلح حدیبیہ کی مثل ہے۔ میں تو زندہ نہیں رہوں گا مگر تم دیکھو گے کہ شہیدوں کا خونِ بے گناہی رنگ لا کر رہے گا۔ میں نے اس تحریک میں مسلمانوں کے دلوں میں ایک ٹائم بم رکھ دیا ہے جو وقت آنے پر ضرور پھٹے گا اور اس کی تباہی سے مرزائیت کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔''

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ)

(۱۹۵۴ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 20 شمارہ 3 ربیع الاوّل 1430ھ / مارچ 2009ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تجلیاں

دل کی بات:	"سلطانیٔ جمہور کا آیا ہے زمانہ"	مدیر	2
دین ودانش:	رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	شاہ بلیغ الدین	3
″	دعائے خلیل ونوید مسیحا	ابوسفیان تائب	5
″	تحکی ہے فکرِ رسا مدح باقی ہے	عبدالمنان معاویہ	8
شاعری:	مرے مولا محمد، مرے سچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم	ذوالکفل بخاری	11
″	سلام: بیاد شہداء ختم نبوت (مارچ ۱۹۵۳ء)	علامہ طالوت مرحوم	12
″	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	13
افکار:	ایک سرد جنگ	سید یونس الحسنی	14
″	پاداشِ عمل کا عذاب اور پاکستان	محمد جاوید اختر	16
″	چشم کشا انکشافات	رؤف کلاسرا	19
″	آقا ایک، کارندے تین، مفادات مشترک	عبدالرشید ارشد	24
ردِّ قادیانیت:	◦ غدارانِ ختم نبوت کا انجام	شورش کاشمیریؒ	29
″	"......اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا!"	سید عطاء المحسن بخاریؒ	31
″	یاد ہم تم کو، شہیدانِ نبی کرتے ہیں"	سید محمد کفیل بخاری	35
″	قادیانیوں کے بارے میں پارلیمنٹ کی کارروائی	مولانا زاہد الراشدی	37
شخصیات:	علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ اور قادیانیت (آخری قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	38
″	خواہش جو حسرت بن گئی	سیف اللہ خالد	46
مکتوب:	"سیدی وَ اَبِی"......ایک گراں قدر تحفہ	عبداللطیف الفت	48
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	52
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	جاوید اختر بھٹی، شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	53
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	57
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62
افکار:	"The Unsung Prof. Salam"	Shehzad Anjub	64

www.mahrar.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

زیرِ سرپرستی
مولانا حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

رفقائے فکر
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
محمد الیاس میراں پوری
ilyas_miranpuri@yahoo.com
ilyasmiranpuri@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— -/200 روپے
بیرون ملک ——— -/1500 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
100-5278-1
0278 ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

دل کی بات　　　　مدیر

''سلطانیٔ جمہور کا آیا ہے زمانہ''

پاکستان کے ساٹھ سالہ تاریخی ورثہ میں فوجی انقلاب، عدالتی فیصلے اور سیاست دانوں کی نااہلیاں ہمیشہ اہمیت کی حامل رہی ہیں۔ ۲۵ رفروری ۲۰۰۹ء کو عدالتِ عظمیٰ نے ایک مقدمے میں شریف برادران کو سیاسی نااہل قرار دے دیا ہے۔ اُدھر صدارتی حکم سے پنجاب میں دو ماہ کے لیے گورنر راج نافذ کر دیا گیا ہے۔ اس فیصلے پر ملک بھر میں ہنگاموں اور ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا ہے کہ ''غلط فیصلوں کے اچھے نتائج نہیں نکلتے۔ عوام نے سپریم کورٹ کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا'' حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں، آثار اچھے نہیں۔ اُدھر وکلاء لانگ مارچ اور دھرنے کی تیاریوں میں مشغول ہیں جبکہ نواز شریف نے اپنی جارحانہ پریس کانفرنس میں لانگ مارچ اور دھرنے سے بھی آگے جانے کا اعلان کرتے ہوئے وکلاء برادری کی مکمل حمایت کا اعلان کیا ہے۔ انہی دنوں چودھری شجاعت حسین نے لانگ مارچ سے پہلے ''کوئیک مارچ'' کے خدشے کا بھی اظہار کیا ہے۔

ہمارے ہاں جھوٹے وعدوں اور بیانات سے مکر جانے، عہد شکنیوں اور غلط فیصلوں کو بہت پذیرائی حاصل ہے۔ یہ مسلمانوں کا شعار نہیں اور اس کا انجام عذابِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔ وزیر اعظم گیلانی نے پارلیمنٹ میں اپنی پہلی تقریر میں معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کا اعلان کیا لیکن عمل اس کے برعکس کیا۔ پھر انھوں نے پرویز مشرف کو معاف کرنے کا اعلان کیا اور دو ماہ بعد کہا کہ میں نے معاف نہیں کیا۔ صدر زرداری نہ صرف اپنی مقتول بیوی بے نظیر کے دستخط شدہ ''میثاقِ جمہوریت'' سے انکاری ہوئے بلکہ اپنے اور نواز شریف کے درمیان ہونے والے دستخط شدہ ''معاہدۂ مری'' سے بھی منکر ہو گئے۔ ایسے رویے اور فیصلے ملک کو تباہی اور خوفناک سیاسی بحران کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ایک طرف وطنِ عزیز مکمل طور پر امریکی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا ہے اور دوسری طرف بحرانی طوفانوں کی بھنور میں پھنس چکا ہے۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ حالیہ عدالتی فیصلہ، جسٹس منیر کے مولوی تمیز الدین کیس اور جسٹس مشتاق کے بھٹو کیس کے فیصلوں کا تسلسل ہے۔ یہ عدالتی نہیں صدارتی فیصلہ ہے۔ لطف یہ ہے کہ شریف برادران کی نااہلی کے مقدمے میں حکومتی وکیل احمد رضا قصوری تھے جو اپنے باپ کے قتل کے جرم میں پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو کو عدالتی فیصلے کے ذریعے پھانسی لگوا چکے ہیں۔ یہی وہ احمد رضا قصوری ہیں، کچھ عرصہ قبل وکلاء نے جن کا منہ کالا کر دیا تھا۔ حالات بہر حال تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔

یہ تو سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ انجامِ گلستاں کیا ہوگا؟

یہ سوالات مستقبل کے مؤرخ کے لیے نوشتۂ دیوار ہیں اور ان کے لیے تاریخ کے صفحات خالی ہیں جو اپنے معیّن وقت پر ہی پُر ہوں گے۔

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ بلیغ الدین

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر دکھا کر عمیر نے پوچھا کہ......اسے پہچانتے ہو......؟ صفوان سمجھ گیا کہ کس کی چادر تھی۔ مگر منہ سے وہ کچھ نہ بولا۔ عمیر بن وَہَبَ نے اس چادر کو فرطِ عقیدت سے چوما، آنکھوں سے لگایا پھر بتایا کہ...... یہ ردائے مبارک جمیل الشیم، شفیع الامم، صاحب الجود والکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے......صفوان! تم بڑے خوش نصیب ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر عنایت فرما کر تمہیں امان دی ہے۔ صفوان بن اُمیہ پوتڑوں کا رئیس تھا۔ بت پرستی اور رنگ رلیوں میں اس کا دل خوب ٹھکتا۔ اسلام سے اسے بیر تھا۔ یہ دشمنی اس وقت اور بھی بڑھی جب جنگِ بدر میں اس کا باپ اُمیہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ پھر تو اس کے سینے میں وہ آگ بھڑکی وہ آگ بھڑکی کہ وہ شہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جلنے لگا اور آپ کی جان کے درپے ہوگیا۔ بڑی کوششوں سے اس نے عمیر بن وہب کو ملالیا۔ زہر میں بجھا ہوا ایک خنجر اسے فراہم کیا۔ بہت سازرِ نقد دیا۔ اس کے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ لیا اور اسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ مدینۃ النبی میں کچھ دن کے لیے جا رہے گا۔ اور موقع ڈھونڈ کر......خاکم بدہن ......رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ناپاک خنجر کا نشانہ بنائے گا۔

انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار خبردار کیا ہے کہ محض دشمنی کی بنا پر یا مال ودولت کے لیے کبھی کسی کی جان نہ لینا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد سب سے پہلے خون کے دعوے پیش ہوں گے۔ اگر کسی نے ایک آدمی کو قتل کیا تو گویا اس نے ایک پوری نسل کو ختم کردیا۔ ایک جگہ ارشادِ ربانی ہے کہ...... لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ......کبھی کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کردیا ہے ناحق قتل نہ کرنا۔ جو لوگ خاندانی یا سیاسی جھگڑوں کسی اشتعال یا حرص وہوس کی بنا پر اللہ کے بندوں کی جان لیتے ہیں وہ سخت ظالم اور بدذات ہوتے ہیں اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ توبہ کے دروازے اس نے سب پر کھلے رکھے ہیں لیکن قتل پر توبہ کے دروازے بند ہیں۔ اس لیے کہ اپنے گناہ تو وہ معاف کردیتا ہے لیکن بندوں کے آزار وہ معاف نہیں کرتا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے، ایک موقع پر ارشادِ نبوی ہوا کہ ایک مسلمان کے ناحق مارے جانے کے مقابلے میں اللہ کے نزدیک تمام دنیا کا مٹ جانا زیادہ آسان ہے......اس سے بڑھ کر خونِ انسانی کا احترام اور کیا ہوگا؟

طبقاتِ ابن سعد میں ہے کہ عمیر بن وہب مدینہ پہنچے اور کچھ دن وہاں رہے تو ان کے دل کی کیفیت ہی بدل گئی ایک بار چہرۂ انور پر نگاہیں کیا پڑیں کہ دل روشن ہو گیا۔ انھوں نے زہریلا خنجر جانے کہاں پھینک دیا۔ دوڑے دوڑے مسجدِ نبوی پہنچے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ بیعت ہی نہیں کی بلکہ اپنی آمد کی ساری تفصیل بھی کہہ سنائی۔ آپ مسکراتے ہوئے سب کچھ سنتے رہے۔ غم وغصے کا ذرا اظہار نہ کیا۔ ہجرت کے آٹھویں سال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے نکلے تو عمیر بن وہب بھی ہم رکاب تھے۔ یہاں پہنچ کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو امنِ عام عطا فرمایا۔ اس طرح امتِ مسلمہ کو سبق دیا کہ سیاسی جھگڑے ہوں یا عقائد ونظریات کے بکھیڑے اگر عفو درگزر سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

صفوان بن اُمیہ اور اس کے بہت سے ساتھی اسلامی لشکر کو دیکھ کر ہی مکے سے فرار ہو گئے تھے۔ عام معافی کے باوجود ان گنہگارانِ ازلی کو ہمت نہ پڑتی تھی کہ لوٹ آتے۔ عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ...... یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ صفوان میرا دوست ہے، وہ مارے ڈر کے مکہ چھوڑ کر جدہ چلا گیا ہے۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ...... تم اپنے دوست کو بلا لو! میں نے اسے امان دی! عمیر یہ سن کر نہال ہو گئے۔ عرض کیا کہ...... یا حبیب اللہ! کوئی نشانی عطا ہو کہ اسے دیکھ کر صفوان کو اپنی جاں بخشی کا یقین آجائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم اطہر پر سے چادر اتار کر انھیں عنایت فرمائی۔ عمیر دونوں جہاں کی دولت سمیٹ کر سیدھے جدہ پہنچے اور صفوان کو اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری سنائی۔ سیرتِ ابن ہشام میں ہے کہ صفوان جدے سے لوٹا تو سیدھا خدمتِ نبوی میں پہنچا۔ عرض کیا کہ...... مجھے آپ دو مہینے کی مہلت دیں تو میں سوچ لوں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟

استیعاب میں ہے ارشادِ نبوی ہوا کہ...... تمھیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اسے مہلت دی بلکہ جنگِ حنین سے لوٹتے ہوئے اسے سو اونٹوں کا فیاضانہ عطیہ بھی دیا تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ آپ کے دل میں اس کے خلاف ذرا بھی میل نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے دین میں زور اور زبردستی ہے ہی نہیں اگر مسلمانوں نے جبر وکراہ سے کام لیا ہوتا تو سات سو برس حکمرانی کرنے کے بعد آج بھارت میں ایک ہندو نہ دکھائی دیتا۔ ہسپانیہ کی مثال دنیا کے سامنے ہے وہاں بھی ہم نے کوئی آٹھ سو برس تک حکمرانی کی مگر مقامی آبادی کی نسل کشی کا خیال کبھی ہمارے دل میں نہ آیا اور جب ہماری بازی پلٹی تو انہی ناشکروں نے مسلمانوں کے خون سے ایسی ہولی کھیلی کہ آج ہسپانیہ میں ایک مسلمان نہیں ملتا۔ ہمیں رنگ ونسل، زبان ومذہب کے نام پر کسی طرح کا تعصب روا رکھنے کا حکم نہیں۔ اسلام نے محبت اور عافیت کا پیام عام کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ یہی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے صفوان بن امیہ بت پرستی پر قائم رہا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا ضمیر اسے ڈسنے لگا اور زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ ایمان لے آیا (رضی اللہ عنہ) کیونکہ اسے رؤف ورحیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف وکرم بھولتا نہ تھا۔

دعائے خلیل و نویدِ مسیحا

جزوی استفادہ: ''محبوبِ خدا'' از مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

ابوسفیان تائب

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفعِ آسمانی کو تقریباً پونے چھے سو برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ دنیا بداعمالیوں کا ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر وشرک کی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ انسانیت ظلم واستبداد کے خونی پنجوں میں جکڑی ہوئی تڑپ رہی تھی، کراہ رہی تھی۔ شرافت وغیرت دیوثی کی اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہوچکی تھی۔ عصیاں کی بجلیاں آسمان پر کوندتی تھیں۔ نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھرتھر کانپ رہی تھی۔ کہ خالق ارض وسما کو بلکتی ہوئی انسانیت پر رحم آیا اور ۹ ربیع الاوّل، ۲۰ اپریل ۵۷۱ء دوشنبہ کی مبارک صبح دعائے خلیل علیہ السلام کی قبولیت کی مبارک و مقدس ساعت آن پہنچی۔ ملائکہ آسمان پر سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ آج نویدِ مسیحا حُسنِ مجسم بن کر دنیا میں ظاہر ہوگی۔ حوریں جنت میں تزئینِ حُسن کیے بیٹھی تھیں کہ آج صبحِ کائنات کا غازہ نمودار ہوگا، جس کے عالمِ وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت چھٹ جائے گی۔ وحدانیت کا آفتاب طلوع ہوگا۔ لوگ اپنے پروردگار کو پہچان جائیں گے۔ نسل اور خون کے امتیاز کی لعنت مٹ جائے گی۔ غلام اور آقا ایک ہوجائیں گے۔ چمنستانِ عالم کے مرجھائے ہوئے غنچے خوشی سے کھل اٹھے۔ کلیاں مسکرانے لگیں۔ یومِ دوشنبہ بی بی آمنہ کے بطن سے وہ لعلِ جہاں تاب پیدا ہوا جس نے کائنات کے گوشے گوشے کو نورِ ہدایت سے منور کر دیا اور سسکتی ہوئی انسانیت کو اپنی ردائے رحمت سے ڈھانپ لیا۔

عبداللہ کا بیٹا، آمنہ کا جایا دونوں جہانوں کے لیے رحمت بن کر آیا۔ کفر سجدہ میں گر گیا۔ ادیان باطلہ کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ کائنات کی خوابیدہ قوتیں بیدار ہوکر مصروفِ عمل ہوگئیں۔ دنیا پر ترقی کے مستقل دروازے کھل گئے۔ انسانیت کی تعمیر اخوت ومساوات کی خوشگوار بنیادوں پر شروع ہوئی۔ متلاشیانِ حق کو ایسا عرفانِ الٰہی عطا ہوا کہ ماسوی اللہ کا خوف خود بخود دل سے جاتا رہا۔

مشرکین مکہ کو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار اور بے مثال حسنِ اخلاق کا مظاہرہ دیکھتے ہوئے جب پینتیس سال گزر گئے تو سردارِ دو جہاں کو غارِ حرا کی تاریکیوں میں نور کی جھلک دکھائی دینے لگی۔ آپ کے خواب اور الہام سچے ہونے لگے۔ پانچ برس تک یہی کیفیت رہی۔ مگر آپ کی روح مزید رفعت چاہتی تھی۔ وہ جوہرِ قابل براہِ راست اپنے خالق و مالک سے اکتسابِ علم کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس لیے عمر کے اکتالیسویں سال ۶۱۰ء کو خدا کا پیغامبر فرشتہ حضرت

جبرائیل علیہ السلام دنیا میں خدا کے آخری نبی و رسول کی طرف غارِ حرا میں خدا کا پیغام لے کر آیا۔

اتر کر حرا سے وہ سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ پیغام، وہ نسخۂ کیمیا، وہ کتاب مبین جو ھُدًی لِلنَّاس ہے۔ جونہی خالق ارض وسما کی طرف سے رازِ محبت کو واشگاف بیان کرنے کا جانفزا حکم پایا۔ آپ کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر پکارے۔ **یا ایہا الناس قولو لاالہ الا اللہ تفلحون**۔ وہ لوگ جنہوں نے رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز پر سب سے پہلے لبیک کہا اور سابقون الاوّلون کہلائے۔ جہاں ان میں یارِ غار و مزار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، دامادِ رسول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے خاندان قریش کے معزز چشم و چراغ شامل تھے وہاں یمن سے آئے ہوئے غریب و مسکین خاندان کے فرد حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ، بکتے بکاتے غلام حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ جیسے غریب الدیار لوگ بھی تھے۔ ان قدسی صفات عاشقانِ رسول کو اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین اذیتیں دی گئیں مگر دشمنانِ دین یہ نہیں جانتے تھے کہ تشدد سے اُس محبوبِ حقیقی کی آتشِ عشق اور تیز ہو جاتی ہے۔ لاکھوں مصیبتیں جھیل کر بھی اُن مقدس ہستیوں نے دامنِ رحمت سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔

اصحاب رسول کی مقدس جماعت میں جوں جوں اضافہ ہوتا رہا۔ اہل مکہ کا ظلم وستم اسی قدر بڑھتا رہا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کی مسلسل ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ مومنین گھر بار، مال واسباب سب کچھ قربان کر کے صرف دولتِ ایمان ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ انصارِ مدینہ نے باوجود تنگدستی کے مہاجرین کے ساتھ اخوت و محبت کا وہ سلوک کیا جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں ہے۔

مہاجرین وانصار کا یہ مقدس قافلہ سالارِ قافلہ کی رہنمائی میں بدر، احد اور خندق کی آزمائش کی بھٹیوں سے کندن بن کر نکلا اور ہجرت کے آٹھ سال بعد دس ہزار کے لشکرِ جرار کی صورت میں فتح و نصرت کے پھریرے اڑاتا ہوا اُسی شہر مکہ میں داخل ہوا جہاں سے انھیں نکالا گیا تھا۔ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے وقت بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سراپائے رحمت بنے ہوئے تھے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ ہتھیار ڈال دینے والوں سے تعرض نہ کیا جائے۔ جو بھاگ نکلے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمی اور اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔ جو گھر میں بیٹھ رہے یا کعبہ میں پناہ گزیں ہو اسے مارا نہ جائے۔ جو ابوسفیان اور حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو وہ بھی مامون سمجھا جائے۔ اللہ کے لاڈلے محبوب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس فتح عظیم پر اپنے معبود کے احسان میں سر جھکائے سورۃ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ جہاں بت خدائی کرتے تھے۔ کعبہ کے گوشہ گوشہ میں نعرہ ہائے تکبیر گونج اٹھے اور سرزمین حرم بتوں سے ہمیشہ کے لیے پاک کر دی گئی۔

فتح مکہ کے بعد دو سال کے ہی مختصر عرصہ میں اسلام نے پورے عرب پر غلبہ پالیا۔ انصار و مہاجرین محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے باک اور جیالے سپاہی تھے جن کی تلواریں کفر کی گردن سے مسلسل خون گراتی رہیں اور شرک کے

طوفان کم ہوتے رہے۔ نگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ان غریبوں اور غلاموں کو خاک سے اٹھا کر افلاک پر پہنچا دیا۔ جو بھی دامنِ رحمت سے وابستہ ہوا ہدایت کا ستارہ بن کر ابھرا۔ عرب کے صحراؤں میں اونٹ چرانے والے بدوؤں نے نگاہِ نبوت سے کچھ ایسا فیض پایا کہ دنیا کی امامت و امارت ان کے قدموں میں آپڑی اور خداوند قدوس کے دربارِ عالی میں وہ فاقہ کش اور خاک نشیں رضی اللہ عنہم ورضوانہ کا مصداق بنے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا باب ہے جو قیامت تک مکمل نہیں ہوسکتا۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو سمجھنے کے لیے اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی سیرت کا ادراک نہایت ضروری ہے۔ ذرا اُن پاکباز ہستیوں کی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم صفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پَرتو نظر آتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی صداقتِ نبوی کا مظہر ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی عدالتِ نبوی کا عکس ہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حیاء وسخاوتِ نبوی جلوہ افروز ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی شجاعتِ نبوی کا بے مثال نمونہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زندگی علومِ نبوی سے مستنیر ہے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی حلم واخلاقِ نبوی کا پیکر ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی غیرتِ نبوی کی مظہر ہے اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی زندگی میں دانش وسیاستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نمایاں ہے۔ جس بے مثال ہستی کی تعریف میں خود خالقِ ارض وسماء رطب اللسان ہو، انسان کے بس میں کہاں کہ وجہِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرسکے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شاہِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا قرآن تھے یعنی...... بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

آفتابِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) تریسٹھ برس کے بعد غروب ہوگیا۔ لیکن اس کی روشنی سے آج بھی دنیا میں اجالا ہے اور قیامت تک اس کے نور سے دوجہاں منور رہیں گے۔ ایک عالم گواہ ہے کہ نبی الامّی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے ذرے آفتاب بن گئے۔ وہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جو ماں کے پیٹ سے یتیم پیدا ہوئے اور بے کسی کے عالم میں وطن سے نکال دیا گیا، آج وہ دوجہاں کے والی اور پوری انسانیت کی عقیدتوں کا مرجع ہیں۔ جن کے گھر میں کھجور کی چٹائی اور دوسیر جَو کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ جنھوں نے ایمان والوں کو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کے خزانوں سے بے نیاز کردیا۔ آؤ ذرا دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے دوجہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا جائزہ لیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جائیداد چھوڑی؟ کونہ کونہ چھان مارنے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ کچھ نہ نکلا۔ سارے عرب کے بلاشرکت حکمران کا اثاثہ قرآن وسنت، ڈیڑھ لاکھ صحابہ اور چند ہتھیاروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ تعمیرِ انسانیت کے لیے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنی زندگی وقف کردے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

تھکی ہے فکرِ رسا مدح باقی ہے

عبدالمنان معاویہ

ماہ مبارک ربیع الاوّل کی ۹ تاریخ کو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر حضرت آمنہؓ کے بطن مبارک سے سردارِ دوجہاں وجۂ تخلیق کائنات، حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوتی ہے۔ پیدا ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل بھی تذکرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کتب سابقہ کے ذریعے سے ہو رہا تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد سے آج تک اور آج سے تا قیامِ قیامت ذکر ہادی اعظم محسن انسانیت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ اور ہر ذکر خیر کرنے والا تھک ہار کر آخر یہ کہنے پر خود کو مجبور پاتا ہے۔

تھکی ہے فکر رسا مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا مدح باقی ہے
تمام عمر مکمل مدح باقی ہے

مسند الامام اعظمؒ سیدنا نعمان بن ثابت الکوفی (متوفی، ۱۴۶ھ) میں سیدہ طیبہ طاہرہ منزہ ام المؤمنین عائشہ الصدیقہ سلام اللہ علیہا کی ایک روایت درج ہے ملاحظہ فرمائیے:

”ابو حنیفۃ عن ابراھیم عن ابیه عن مسروق انه سأل عائشة عن خُلُقِ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت اما تقرأ القرآن“

ترجمہ: ”حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارہ میں معلومات چاہیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔“

گویا اس سوال سے یہ بتانا چاہتی ہیں کہ قرآن پورا کا پورا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ وخصائل محمودہ کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ (مسند امام اعظمؒ، رقم حدیث ۳۶۰، ص ۲۸۹، ۲۹۰)

مندرجہ بالا روایت کے بعد چند آیات قرآنی ملاحظہ فرمائیے۔

اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَ الْاِنْجِیْلِ (الاعراف:۱۵۷)

وہ نبی امی جس کو (علماء یہود ونصاریٰ) تورات اورانجیل میں لکھا ہو پاتے ہیں۔

ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ (الفتح:۲۹)

یہ ان کےاوصاف تورات میں ہیں اورانجیل میں ان کا یہ وصف ہے۔ (ترجمہ حضرت اشرف علی تھانویؒ)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی بشارت نقل کرتے ہوئے ''بائبل مقدس'' کہتی ہے:

''ایک اور تمثیل سنو،ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اوراس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اوراس میں حوض کھودا اور برج بنایا اوراسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا،اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس پھل لینے بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا،اور کسی کو سنگسار کیا، پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے،اورانھوں نے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے،جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں اوراسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ انھوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا۔انھوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور تاکستان کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ! جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے ،لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے۔'' (متیٰ باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۴۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یسوع مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی اس ''تمثیلی پیشینگوئی'' پر حقائق کو بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مرحوم ومغفور اپنی کتاب ''اظہار الحق'' (بائبل سے قرآن تک) جلد سوم میں فرماتے ہیں۔

”ذرا غور کیجئے، اس تمثیل میں مالک مکان سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور باغ سے شریعت کی جانب اشارہ ہے اور اس کا احاطہ گھیرانے اور اس میں شیرۂ انگور کے لیے حوض کھدوانے اور برج بنوانے سے محرمات اور مباحات اور اوامر ونواہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سرکش مالیوں سے مراد جیسا کہ کاہنوں کے سرداروں نے سمجھا یہودی ہیں۔ اور بھیجے ہوئے نوکروں کا مصداق انبیاء علیہم السلام ہیں۔ بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور باب ۲ میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس لفظ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ان کے نظریہ کے مطابق یہودیوں نے ان کو قتل بھی کیا۔ اور وہ پتھر جس کو معماروں نے رد کر دیا تھا، یہ کنایہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور وہ امت جو اس کے پھل لائے گی اس کا اشارہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہے اور یہی وہ پتھر ہے کہ وہ اس پر گرا ریزہ ریزہ ہو گیا اور جس شخص پر یہ پتھر گرا وہ پس گیا۔ (بحوالہ، اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسی علیہ السلام، ص ۲۱،۲۲) آج بائبل کی تحریفی حالت میں اور بھی کئی پیشین گوئیاں حضرت رسالتمآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسولِ مبین رضی اللہ عنہم کے متعلق موجود ہیں جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ قرآن مجید سارے کا سارا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور روشن کردار سے متعلق ہے لیکن ان دو آیات پر غور وفکر کرنے کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (الاحزاب:۲۱)

”تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمدہ نمونہ ہیں۔“ یعنی حضرت خاتم النبین وخاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سیرت، ہر موڑ پر، ہر موقع پر تمہاری رہنمائی کرتی ہے تم اس رہبر ورہنما کی پیروی کرو اگر روزِ آخرت کی کامیابی چاہتے ہو۔

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آل عمران:۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

اس آیت کریمہ میں بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے پر زور دیا گیا ہے اور متبع سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اللہ رب العزت محبت کرنے لگیں گے اور جس سے خود باری تعالیٰ محبت کریں۔ اس کے لیے گویا کائنات مسخر ہو گئی۔ آج کے دورِ نامسعود میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی ضرورت بھی زیادہ ہے اور انسانیت کی خیر بھی اسی میں ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لازوال اور دلکش موضوع پر علماء دین نے ہر دور میں لکھا ہے اور موجودہ دور میں لکھ رہے ہیں اور آئندہ بھی لکھتے رہیں گے۔ لیکن سب لکھ کر آخر میں ایک بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ

تھکی ہے فکرِ رسا مدح باقی ہے

اللہ جل شانہ اتباع نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم واتباع صحابہ کرامؓ واہل بیت عظام کی توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

ذوالکفل بخاری

مرے مولا محمد، مرے سچے محمد!

ﷺ

مرے مولا محمد!
مرے سچے محمد!
مری دنیا میں جب سے، جس قدر سچائی ہے وہ آپ ہی سے ہے
مرے پاکیزہ طینت، پاک دامن، پاک زاد و پاک نفس و پاک ہیں مولا!
مری دنیا میں جب سے، جس قدر پاکیزگی ہے آپ ہی سے ہے
مرے سچے محمد!
بھلائی جس قدر دنیا میں ہے، وہ آپ ہی سے ہے
مرے مولا محمد!
مری دنیا، مری دنیا نہیں یہ آپ ہی کی ہے
آپ ہی کے دم قدم سے، فیض سے، لطف و کرم سے
ذاتِ بابرکات سے، آباد ہے جب سے بھی یہ
اور جس قدر آباد ہے، یہ آپ ہی سے ہے
مرے سچے محمد!
مجھے سچائی کی، پاکیزگی کی اور بھلائی کی
جتنی ادائیں یاد ہیں وہ آپ ہی کی ہیں
ادادارِ نبوت...... میری اتنی سی گزارش ہے
مری اپنے ادافہموں سے نسبت خاص کر دیجیے
مجھے سچوں، بھلوں، پاکیزہ تر لوگوں کے قدموں میں جگہ دیجیے!
مجھے میری ہی دنیا میں قوی و معتبر کیجیے
یہ دنیا آپ ہی کی ہے
مرے مولا محمد!
مرے سچے محمد!

ﷺ

بیاد: شہداء ختم نبوت
(مارچ ۱۹۵۳ء)

سلام

علامہ طالوت مرحوم

سلام اُن پر جنھوں نے سنتِ سجاد زندہ کی
سلام اُن پر جنھوں نے کربلا کی یاد زندہ کی

سلام اُن پر کہ جو ختم نبوت کے تھے شیدائی
سلام اُن پر کہ جن کی جرأتِ رندانہ کام آئی

سلام اُن پر جنھوں نے مشعلیں حق کی جلائی ہیں
سلام اُن پر جنھوں نے گولیاں سینوں پہ کھائی ہیں

سلام اُن پر جو جیتے تھے فقط اسلام کی خاطر
جنابِ خواجۂ ہر دوسرا کے نام کی خاطر

سلام اُن پر کہ جو ختم رسالت کے تھے پروانے
جو عاقل باخدا تھے اور حضور خواجہ کے دیوانے

سلام اُن کی شجاعت پر، سلام اُن کے قرینے پر
کہ سینہ تان کے کہتے تھے گولی آئی سینے پر

سلام اُن پر کہ جن کی غیرتِ ایمان تھی زندہ
سلام اُن پر قیامت تک ہے جن کا نام پائندہ

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

جب سے دل میں آن بسے ہیں کچھ اَن جانے لوگ
بیگانے سے لگتے ہیں اب جانے اور پہچانے لوگ

دشتِ جنوں میں سناٹا اور شہرِ خرد میں شور
فرزانوں کو یاد آتے ہیں اب دیوانے لوگ

حرص ہوس کی آگ لگی ہے جل اٹھے انسان
چھوڑ کے بستی ڈھونڈھ رہے ہیں اب ویرانے لوگ

جن سے راہ و رسم تھی اپنی ، جن سے جان پہچان
کس بستی کو لوٹ گئے وہ اللہ جانے لوگ

آگ لگی ہے کیسے بُجھے ، یہ کون بجھائے آگ
آ گئے آگ بجھانے والے ، آگ لگانے لوگ

ان سے ہی تو دل ہے زندہ ان سے جان میں جان
شہر میں اب جو پھرتے ہیں دو چار دوانے لوگ

لُوٹ چکے ہیں سب کچھ میرا میرے ہی سب میت
نگری بستے آ نکلے تھے کچھ بیگانے لوگ

شکلیں سب کی ایک سی ہیں اور مشکل ہے پہچان
کون ہے ان میں اپنا ہمدم کون بیگانے لوگ

عقل و خرد کے تانے بانے خالدؔ بُنتا جا
لیکن تم سے بازی لے گئے یہ دیوانے لوگ

ایک سرد جنگ

سید یونس الحسنی

گزشتہ دس سالوں میں یورپی یونین اور نیٹو نے انتہائی چابکدستی، خاموشی اور تیز رفتاری سے مشرقی یورپ کو بہت زیادہ خوشحال بنا دیا ہے۔ تاکہ جلد یا بدیر آنے والی آزمائشوں سے بطریق احسن نبرد آزما ہو سکے۔ یورپ کا یہ مشرقی بلاک اب اپنے تئیں امریکی ہم اقدار گردانتا ہے۔ ان کمزور ترین ممالک کے لیے نیٹو نے اپنے در وا کر کے انھیں تحفظ و سلامتی کی بھرپور ضمانت دی ہے۔

اِدھر سویت یونین کے خاتمہ پر روسی قیادت نے نہایت خاموشی اور رازداری سے اپنی فوج کی افرادی قوت دوگنا بڑھائی۔ اسی طرح جنگی ساز و سامان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ اس اچانک انکشاف نے امریکیوں کو پریشان کیا تھا۔ ایک اور صورت حال ان کا سر درد بنی ہوئی ہے کہ سائبیریا سے برفانی سمندروں کے اوپر سے پرواز کرنے والے کروز میزائل بردار لڑاکا ہوائی جہاز امریکی ریاست الاسکا کے قریب پہنچنے لگے ہیں جبکہ ایک ایٹمی میزائل بردار بحری بیڑہ فلوریڈا کے گرم پانیوں تک پہنچ چکا ہے۔ لگتا ہے جنگی بحری جہاز روس اور امریکہ کے شدید ترین دشمن ہمسایہ ملک وینزویلا سے عسکری تعلق جوڑنے آئے ہیں جس میں انھیں کامیابی ملی ہے۔

یادش بخیر، ۱۹۸۶ء میں سویت یونین ٹوٹنے پر روس کے پاس صرف ایک طیارہ بردار جہاز حصے میں آیا۔ اب ان کی تعداد پچیس ہو چکی ہے۔ دوسرے جنگی جہازوں کی تعداد ابھی کچھ پتا نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس نے معاشی خوشحالی کی منزل حاصل کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ گزشتہ دنوں روس نے جارجیا میں فوج داخل کر دی۔ جارجین فوج کو تباہ کرنے کے بعد چوکیاں خالی کر کے اپنی فوج واپس بلا لی۔ اس صورت حال سے نیٹو کا ماتھا ٹھنکا اور وہ کشیدگی تادم تحریر موجود ہے۔ کیا یہ سب ایک اور سرد جنگ کا سر آغاز ہے۔ نیٹو مبصرین کا اب بھی یہی خیال ہے کہ ایسا ہرگز نہیں۔

۲۰۰۷ء میں جرمنی میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے اُس وقت کے روسی صدر پیوٹن کو کہا تھا کہ ''ایک ہی سرد جنگ کافی ہے۔'' مگر امریکی رویہ اپنے مؤقف سے مختلف رہا ہے۔ پہلے عراق کا زیر زمین سیال مادہ چوس لیا، اب افغان جنگ سے وہاں کی معدنیات ہضم کر رہا ہے۔ پروفیسر ہیلنس جے شاؤ نے ساٹھ سال

قبل شکاگو یونیورسٹی میں لیکچر دیتے ہوئے ''عالمی تعلقات کے حقیقت پسندانہ نظریے'' کا خیال پیش کیا۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امریکیوں پر بش حکومت تک اس نظریے کے کوئی اثرات نظر نہیں آتے۔اسی لیے روسی بحری بیڑہ وینز ویلا پہنچ گیا اور کروز میزائلوں سے لیس ایٹم بم بردار طیارے الاسکا کے قرب وجوار میں پہنچے ہوئے ہیں۔امریکہ کا مطالبہ ہے نیٹو فورسز روس کو سبق سکھائیں جبکہ فرانس، جرمنی اور برطانیہ اس سے انکاری ہیں۔نیٹو کمانڈروں کا کہنا ہے کہ ہم اس گیم کا حصہ بننے کو تیار نہیں۔وینز ویلا کے صدر ہوگیو شاویز کہتے ہیں امریکہ دشمنی میں وہ کیوبا کے صدر فیڈل کاسترو کے جانشین ہیں۔اسی لیے انھوں نے روسی بحری بیڑے کا شاندار استقبال کیا۔اس سے یہ خیال ابھرتا ہے کہ اس ملک کے عسکری تعلقات قائم ہونے میں کوئی سی رکاوٹ نہیں۔باراک اوباما وائٹ ہاؤس کے مکین بن چکے ہیں۔وہ اس پیش آمدہ کیفیت سے کیسے نمٹ پاتے ہیں۔ابھی تو ایک خاص خاموشی کا دوردورہ ہے۔بڑے بوڑھوں کا قول ہے کہ ایسی گھمبیر خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ہوسکتی ہے۔جنگی زخموں کی ماری انسانیت پہلے ہی سسک رہی اور زبانِ حال سے کہہ رہی ہے:

بے چینیوں میں امن کا جلوہ دکھائی دے
اب تو پرانے دیس کا نقشہ دکھائی دے

☆☆☆

قارئین توجہ فرمائیں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کردیا گیا ہے۔اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کردی گئی ہے۔قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کرکے اگلے سال کی تجدید کرالیں۔اکثر قارئین کا زرتعاون سالانہ دسمبر ۲۰۰۸ء میں ختم ہوچکا تھا۔کئی قارئین نے سالانہ چندہ ارسال کرکے نئے سال کی تجدید کرالی ہے۔جن کا چندہ وصول نہیں ہوا　اس کے باوجود مارچ ۲۰۰۹ء کا شمارہ انھیں بھی ارسال کیا جارہا ہے۔براہِ کرم ماہ مارچ میں ہی اپنا سالانہ زرِتعاون ۲۰۰ روپے ارسال فرماکر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔بصورت دیگر آئندہ شمارے کے لیے معذرت! (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

پاداشِ عمل کا عذاب اور پاکستان

محمد جاوید اختر

''نقیبِ ختم نبوت'' کی فروری ۲۰۰۹ء کی اشاعت میں جناب ارشاد احمد حقانی کا ایک طویل کالم نقل ہوا۔ اسی حوالے سے بعض مفید اور قیمتی باتیں ہمارے رفیق فکر محترم محمد جاوید اختر نے بھی قلم بند کی ہیں۔ (ادارہ)

(۱)

تحریک آزادیٔ ہند کے دوران ہمیشہ سے ہی انگریزوں سے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کیا جاتا رہا تھا لیکن دوسری جنگِ عظیم (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ء) کے بعد جب انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کے آثار بالکل نمایاں ہو گئے تو مسلمان سیاسی اکابرین نے مسلمانوں کے مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اپنے پلیٹ فارم سے مختلف سیاسی مواقف کے ساتھ آزادی کی جدوجہد کو آگے بڑھایا۔ خصوصاً تحریک خلافت کے دوران ابھرنے والی سیاسی قیادت میں سے ایک طبقہ (کانگریس کے ہم خیال مسلمان، جمعیت علماء ہند وغیرہم) مختلف قومی سیاسی جماعتوں کے باہمی اتحاد کے زور پر متحدہ ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کرنے لگا۔ یہ جدوجہد بھی یقیناً مسلمانوں کے بہتر مستقبل ہی کے لیے تھی اور اخلاص کے ساتھ تھی۔ یہ لوگ آزادیٔ ہند میں انگریز کو منصف ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انگریز، ہندوستان چھوڑ کر چلے جائیں تو ہندوستان کی باسی اقوام اپنے مستقبل کا فیصلہ خود مل بیٹھ کر کر لیں گی۔ انگریز سے کسی بھلائی، اچھائی یا انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ دوسری طرف کچھ سیاسی اکابر (مجلس احرار اسلام) تقسیم ہند کے اس فارمولے یا طریق کار سے اختلاف کر رہے تھے جو مسلم لیگ نے پیش کیا تھا۔ جبکہ تقسیم ہند کے حامی طبقے کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ تھی جس نے دوقومی نظریہ اور نفاذِ اسلام کے لیے قیامِ پاکستان کو، بالفاظ دیگر تقسیم ہند کو، ناگزیر قرار دیا تھا۔

☆ مجلس احرار اسلام، مسلم عوام کو سیاسی طور پر بیدار اور آزادی کی جدوجہد میں شامل کرنے والی ہندوستان کی پہلی جماعت تھی۔

☆ کشمیر کو انگریزوں نے ڈوگرا راج کے ہاتھوں خاموشی سے بیچ ڈالا تھا۔ ۳۱۔۱۹۳۰ء میں احرار نے ہی ایک زبردست تحریک چلا کر وہاں آزادی کی لہر پیدا کی۔

☆ تحریک کشمیر کے بعد احرار کے کریڈٹ پر تحریکوں کا ایک تسلسل ہے۔ مثلاً ...... تحریک استقلال مسلمانان

کپورتھلہ (۱۹۳۳ء)، تحریک تحفظ ختم نبوت (۱۹۳۴ء)، تحریک خدمتِ خلق وامداد زلزلہ زدگان کوئٹہ (۱۹۳۵ء) تحریک تحفظ مسجد شہید گنج (۳۶-۱۹۳۵ء)، تحریک مدح صحابہ، لکھنؤ (۳۷-۱۹۳۶ء)، تحریک استقلال مسلمانانِ ریاست جیند (۱۹۳۷ء)، تحریک بحالی حقوق مسلمانانِ ریاست بہاول پور (۱۹۳۸ء)، تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ (۱۹۳۹ء)، تحریک تحفظ مسجد منزل گاہ سکھر سندھ (۱۹۳۹ء)، تحریک خدمتِ خلق و امداد متاثرین قحطِ بنگال و فسادات بہار (۱۹۴۲ء)، تحریک اقامتِ حکومتِ الٰہیہ (۱۹۴۳ء)......وغیر ہا۔

☆　ردّ قادیانیت کے لیے بے مثال قربانیاں احرار ہی نے دیں۔ اور اس فتنے کی سیاسی اور عوامی سطح پر سرکوبی کی۔

☆　مجلس احرار کا سیاسی مؤقف مسلمانانِ برصغیر کے بہترین مفاد میں تھا اور دیانت اور خلوص پر مبنی تھا۔

(۲)

ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار دارِ بنی ہاشم ملتان میں خطبۂ جمعہ کے دوران ارشاد فرمایا کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسے میں بانیانِ پاکستان (اس وقت کے حکمرانوں) کو پاکستان میں نفاذِ اسلام کا وعدہ یاد دلاتے ہوئے سورۃ المائدہ کی آیات (۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵) کی روشنی میں فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص یا قوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی کسی نعمت سے مشروط کرے اور پھر اس نعمت کے حصول کے بعد احکاماتِ الٰہی کی بجا آوری سے پہلو تہی اختیار کرے تو وہ شخص اور وہ قوم عذابِ الٰہی کی مستحق ٹھہرتی ہے۔ ایک ایسا عذاب جس کا تصور بھی مشکل ہے اور تحمل بھی۔

اس موقع پر پہلے تو حضرت امیر شریعتؒ نے یہ آیات قرآنی اپنے بے مثال نورانی لحن میں تلاوت فرمائیں:

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْکُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَکُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ○ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ○ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْکُمْ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْکُمْ فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○

پھر ان کا ترجمہ وتشریح بتلاتے ہوئے فرمایا کہ:

اور جب سیدنا مسیح علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا پروردگار ایسا کرسکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار دے؟ یعنی ہماری غذا کے لیے آسمان سے غیبی سامان کردے تو سیدنا عیسیٰ نے فرمایا:

''اللہ سے ڈرو اور ایسی فرمائش نہ کرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔'' حواریوں نے کہا کہ ہمارا مقصود اس سے قدرتِ الٰہی کا امتحان نہیں ہے، بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں ہمیں آسمانی غذا میسر آجائے تو ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل آرام پائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے جو کچھ بھی ہمیں بتلایا وہ سب سچ تھا، اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔ اس پر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دعا کی: ''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج دے کہ اُس کا آنا ہمارے لیے اور ہمارے اگلے اور پچھلوں سب کے لیے عید قرار پائے اور تیری طرف سے فضل وکرم کی ایک نشانی ہو۔ تو ہمیں روزی عطا فرمادے اور تُو تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔'' تب بارگاہِ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ:

''میں تمہارے لیے خوان بھیجوں گا لیکن جو شخص اس کے بعد بھی راہِ حق سے انکار کرے گا، تو میں اُسے پاداشِ عمل میں عذاب دوں گا۔ ایسا عذاب کہ تمام دنیا میں کسی آدمی کو بھی ویسا عذاب نہیں دیا جائے گا۔''

آیات کا مفہوم ومعنیٰ بیان فرمانے کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا...... اے اکابرِ مسلم لیگ! تم لوگوں نے قیامِ پاکستان کا مطالبہ اس بنیاد پر کیا کہ ہم اس ملک میں اسلام نافذ کریں گے۔ خلفائے راشدین کے دور کی طرح تمام پاکستانی شہریوں کو انصاف، کتاب اللہ کے مطابق ملے گا۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت اور معاشی کفالت ہوگی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ ملک تمہیں عطا فرمادیا۔ اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ اپنے وعدے کے مطابق اس میں شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نافذ کر کے دکھاؤ۔ اگر تم نے اس سے پہلو تہی اختیار کی تو پھر اللہ کی سنت یہی ہے کہ بحیثیت قوم ہم سب کسی ایسے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے جو اقوامِ عالم میں سے شاید کسی اور کو کبھی نہ ملا ہوگا۔''

(۳)

۱۹۷۱ء کی جنگ میں دونوں پڑوسی ملکوں کے تصادم میں ۹۰ ہزار پاکستانی فوجیوں کا جنگی قیدی بننا، دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے جرنیل کا ڈھاکہ کے کھلے میدان میں۔ ہتھیار ڈالنا، اسلامی تاریخ کی سب سے ذلت آمیز شکست ہی تو تھی۔ اور پھر ۲۰۰۱ء سے جاری نام نہاد ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' ساری کی ساری، ہماری ذلت اور خواری کے آثار وشواہد سے بھری ہوئی ہے۔

☆☆☆

''تاکہ سند رہے''

چشم کشا انکشافات

(۱)

بے نظیر خواب میں آئیں، میرے روکنے کے باوجود پاکستان آنے کو غلطی قرار دیا

بیت اللہ محسود نے میرے سامنے دھمکیوں کی تردید کی، قتل کے بعد بھی پیغام بھیج کر لاتعلقی کا اظہار کیا

ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن ملکی ضرورت تھا، رحمٰن ملک اور واجد شمس الحسن الطاف حسین کے آدمی ہیں

سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کا انٹرویو

پشاور (رپورٹ: رؤف کلاسرا) سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے گزشتہ روز انکشاف کیا کہ دو ہفتے پہلے محترمہ بے نظیر بھٹو خواب میں مجھ سے ملنے کے لیے آئیں۔ پاکستان آنے سے پہلے میں نے ان کو خبردار کیا تھا کہ آپ پاکستان نہ آئیں کیونکہ یہاں پر آپ کے لیے جال بچھایا جا رہا ہے اور انھوں نے خواب میں اپنی اس غلطی کا واضح اعتراف کیا۔ اپنی اس شدید غلطی کے اعتراف سے پہلے انھوں نے مجھ سے خواب میں قبائلی علاقوں، افغانستان اور انڈیا کی تازہ ترین صورتحال پر بات چیت کی۔ جب وہ دبئی میں تھیں تو میں نے ان کو ان معاملات کے بارے میں بتایا تب انھوں نے کہا تھا کہ آپ پریشان نہ ہوں، میں یہاں سے ہی معاملات سنبھال لوں گی اور مجھے کہا کہ میں جا کر پارٹی کابینہ کی حفاظت کروں جو انھوں نے میری روانگی کے بعد بنائی تھی۔

جنرل بابر نے اپنے خصوصی انٹرویو میں ''دی نیوز'' کو بتایا کہ میں نے بڑا سوچا کہ صدر زرداری کو ان کی بیوی کی شہادت پر میں نے کیوں تعزیت نہیں کی۔ جنرل صاحب، محترمہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد صدر سے تعزیت کیے بغیر نوڈیرو سے پشاور لوٹ آئے تھے۔ پشاور کی یونیورسٹی ٹاؤن کی اپنی رہائش گاہ پر بریگیڈیئر محمود، میجر جنرل (ر) ہدایت اللہ نیازی، سرحد کے چیف سیکرٹری خالد عزیز اپنے بھتیجے سہیل اور اپنی بیوی پکھراج کی موجودگی میں انھوں نے ''دی نیوز'' سے کھل کر گپ شپ لگائی اور کچھ دکھ پہنچانے والے انکشافات کیے۔

انھوں نے کہا کہ میں نے محترمہ کو واضح طور پر خبردار کیا تھا کہ وہ پاکستان نہ آئیں کیونکہ پاکستان کے باہر اور اندر سے کچھ عناصر انھیں فیل کر دیں گے۔ یہ عناصر اس بات سے انتہائی نفرت کرتے تھے کہ محترمہ تیسری بار حکومت میں آئیں۔

جب انھوں نے اپنی واپسی کا اعلان کیا تو میں نے ایک پٹھان کی طرح واشگاف الفاظ میں انھیں کہا کہ آپ واپس نہ آئیں۔ آپ کی زندگی خطرے میں ہے لیکن انھوں نے میری درخواست کو مسترد کر دیا۔ جب انھوں نے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرے خدشات سچ ثابت ہوگئے اور ان کی استقبالیہ ریلی میں دھماکہ کر دیا گیا۔ وہ خود تو بال بال بچ گئیں لیکن ۱۵۰ پی پی ارکان کو جانیں قربان کرنی پڑیں اور کئی زخمی ہوئے۔ میں نے بطور سابق وزیر داخلہ اس طلسماتی شخصیت کی خاتون کو ایک دفعہ پھر خطرات سے دور رہنے کی نصیحت کی۔ پھر جب وہ پشاور میں عوامی جلسہ سے خطاب کے لیے آئیں۔ اپنی شہادت سے محض ایک دن پہلے تو ارباب جہانگیر کی رہائش گاہ پر میری ان سے ملاقات ہوئی۔ تب بھی میں نے اپنے خدشات کا ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی زندگی انتہائی خطرے میں ہے۔ حتیٰ کہ میں نے انھیں یہ بھی بتایا کہ آپ لیاقت باغ مت جانا۔ اگلی شام کو جب ان کی شہادت کی خبر آئی تو میں نے فوراً ہی رحمٰن ملک کو فون کیا اور کہا تمہاری سکیورٹی کہاں تھی جب بی بی کو گولیاں ماری گئیں۔ رحمٰن ملک کو فون کرنے کے بعد میں نے فرحت اللہ بابر کو فون کیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کی ڈیوٹی کہاں تھی؟ تو انھوں نے کہا کہ میں تو رحمٰن ملک، جنرل توقیر ضیاء اور ڈاکٹر بابر اعوان کے ساتھ زرداری ہاؤس پہنچ چکا ہوں اور مجھے تو ان کی شہادت کی کوئی خبر نہیں ہے، جب رحمٰن ملک کو یہ رپورٹ ان کے موبائل پر ملی کہ بی بی حملے میں بچ گئی ہیں تو بی بی کے قریب ساتھی پُراعتماد ہوکر زرداری ہاؤس پہنچ گئے اور ان کو کوئی پریشانی نہیں تھی کہ ان کی رہنما خون میں لت پت راولپنڈی روڈ پر پڑی ہیں۔ تاہم فرحت اللہ بابر پریشان ہوکر فوراً زرداری ہاؤس سے ہسپتال چلے گئے۔ جب فرحت اللہ بابر نے ٹی وی پر سب کچھ دیکھ لیا تو غضب ناک ہوکر کہا کہ ہمارے ملک کی تاریخ میں یہ سکیورٹی کی سب سے بڑی کوتاہی و ناکامی ہے۔ بے نظیر کے سکیورٹی اہلکاروں میں سے کسی کو بھی مخصوص قسم کی تربیت نہیں دی گئی تھی۔ جب وہ پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں پاکستان آئی تھیں تو ان کی سکیورٹی کے لیے ہمیں امریکی کمانڈوز نے ان کی زندگی کی حفاظت کے لیے تربیت دی تھی۔ اس مرتبہ ان کی حفاظت کے لیے عام لوگوں کی ڈیوٹی لگائی گئی جن کی کوئی خاص تربیت نہیں کی گئی تھی۔

جب جنرل بابر سے پوچھا گیا کہ مشیر داخلہ ایک آکسفورڈ گریجویٹ کے کیسے قریب ہوگئے تو انھوں نے کہا کہ رحمٰن ملک نے ان کی جلاوطنی کے دوران ان کی بڑی حفاظت کی تھی۔ ان کو اپنی حفاظت کی ضرورت تھی اور رحمٰن ملک نے اپنا کردار ادا کیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ رحمٰن ملک اس عہدے تک کیسے پہنچے جس پر پہلے دور میں وہ ہوا کرتے تھے تو جنرل نے کہا کہ اسلام آباد میں پی پی قیادت کے پاس اس عہدے کے لیے کوئی سیاسی شخصیت نہیں تھی۔ خبر نگار نے بروقت جانتے ہوئے دوٹوک بات کرنے والے جنرل سے پوچھا کہ مرتضٰی بھٹو کو کس نے قتل کیا۔ جواب میں انھوں نے کہا کہ مرتضٰی بھٹو کو انہی ایجنسیوں نے قتل کیا جو کہ محترمہ بے نظیر بھٹو، نصرت بھٹو اور میرے خبردار کرنے کے باوجود ان کو

پاکستان لے کر آئیں۔

نصیراللہ بابر نے مرتضیٰ بھٹو کے قتل کی منحوس رات کو یاد کرتے ہوئے ہسپتال انتظامیہ کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا جس نے مرحوم کو بروقت ہنگامی طبی امداد نہ دی اور زیادہ خون بہنے کے باعث موت واقع ہوگئی۔ بابر نے بتایا کہ جب انھوں نے بے نظیر بھٹو کو یہ خبر سنائی تو وہ صرف ''او مائی گاڈ'' کے الفاظ منہ سے نکال سکیں۔ انھوں نے صدر زرداری کے پاس محترمہ کے قتل پر اظہارِ تعزیت کے لیے جانے کے حوالے سے کہا کہ میرا تعلق صرف بے نظیر کے ساتھ تھا اور ان کی دنیا سے رخصتی کے بعد کسی کے پاس تعزیت کے لیے جانے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تاہم میں گڑھی خدابخش گیا اور مرحومہ کی قبر پر آنسو بہانے والے ورکروں کے ساتھ فاتحہ خوانی کی۔ انھوں نے کہا میں نوڈیرو نہیں گیا اور سکھر میں قیام کے بعد پشاور لوٹ آیا۔ سابق وزیرِ داخلہ نے صدر زرداری کے برعکس وزیرِ اعظم گیلانی کے بارے میں اظہارِ تشکر کیا۔ جنھوں نے ہسپتال میں ان کی عیادت کی تھی۔

کراچی ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن کے حوالے سے سوال پر انھوں نے پختہ عزم سے کہا کہ میں نے جو کیا وہ ملک کی ضرورت تھی۔ حتیٰ کہ جن کے خلاف یہ آپریشن تھا۔ انھوں نے بعد میں میرے خلاف کوئی کیس نہ کر کے اس کو درست تسلیم کیا۔ انھوں نے رحمٰن ملک کے سندھ سے سینٹ کے لیے پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کے متفقہ امیدوار ہونے کا جان کر کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں رحمٰن ملک کے یونیورسٹی دور سے ایم کیو ایم کے ساتھ تعلقات ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ واجد شمس الحسن اور رحمٰن ملک ہمیشہ سے ایم کیو ایم کے آدمی رہے ہیں۔

بے نظیر کو پاکستان واپسی سے قبل طالبان کی جانب سے دھمکیاں ملنے کے بعد طالبان سے قریبی تعلقات کے حوالے سے مشہور سابق جنرل نے بیت اللہ محسود سے رابطہ کیا اور غلطی کا احساس دلایا۔ اس حوالے سے نصیراللہ بابر نے بتایا کہ انھوں نے طالبان رہنما سے بات کی تو انھوں نے اس کی تردید کی۔ حتیٰ کہ محترمہ کے قتل کے بعد بھی بیت اللہ محسود نے ان کو پیغام بھجوایا کہ اس معاملے میں ان کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اس سوال پر کہ پھر ان کو کس نے قتل کیا؟ انھوں نے کہا کہ بہت سے قومی اور بین الاقوامی لوگ ہیں جو کہ اس قتل میں ملوث ہو سکتے ہیں۔ وہ آخری بھٹو تھیں اور بھٹو خاندان سے چھٹکارا پانے کے مشن کی تکمیل کے لیے ان کو ختم کیا گیا ہوگا۔ بے نظیر بھٹو قتل کیس کی اقوامِ متحدہ سے تحقیقات کے حوالے سے انھوں نے کہا کہ ان کو کمیشن پر اعتماد ہے۔ اگر اس کو درست لوگوں تک رسائی دی جائے تو تحقیقات کے نتیجے میں اہم سیاسی شخصیات کے نام سامنے آسکتے ہیں۔

[روزنامہ ''جنگ'' ملتان، ۹ر فروری ۲۰۰۹ء]

(۲)

امریکی خفیہ ایجنسیاں، پاک فوج کے تمام سینئر افسران کے ٹیلی فون ریکارڈ کرتی ہیں

اسلام آباد (رپورٹ: رؤف کلاسرہ) امریکی اخبار نیویارک ٹائمز کے ایک رپورٹر کی نئی کتاب میں پاکستان اور اس کی فوج کے خلاف سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے دعویٰ کیا گیا ہے کہ امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے اور این ایس اے کی جانب سے پاک فوج کے تمام سینئر افسران بشمول چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی کی ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو ریکارڈ کی جاتی ہے۔ چند روز قبل ہی بازار میں فروخت کے لیے پیش ہونے والی ڈیوڈ ای سینگر کی تحریر کردہ کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ امریکی خفیہ ادارے پاک فوج کے افسران کی ٹیلی فونک بات چیت سن رہے تھے اور جاسوس طیاروں کے ذریعے حملوں کا فیصلہ ایسی ہی اعلیٰ سطح کی گفتگو سننے کے بعد کیا گیا جس میں طالبان کو پاکستان کے لیے ''اسٹریٹجک اثاثہ'' قرار دیا گیا تھا۔

''دی اِن ہیریٹنس: امریکی طاقت کو درپیش چیلنجز اور وہ دنیا جس کا اوباما کو سامنا ہے'' کے نام سے تحریر کردہ کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ پاکستانی علاقوں پر حملوں کا فیصلہ اس وقت کیا گیا جب سی آئی اے اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ آئی ایس آئی مکمل طور پر طالبان کا ساتھ دے رہی ہے۔ نیشنل سکیورٹی ایجنسی (این ایس اے) نے ایسے پیغامات کا سراغ لگایا جن سے اشارہ ملتا تھا کہ آئی ایس آئی کے افسران افغانستان میں ایک بہت بڑا بم حملہ کرانے کے لیے منصوبہ بندی میں طالبان کی مدد کررہے ہیں۔ تاہم اس کا ہدف واضح نہیں تھا۔ چند روز کے بعد قندھار جیل پر طالبان نے حملہ کیا اور سیکڑوں طالبان کو رہا کرالیا۔ اگر کتاب میں عائد کردہ الزامات درست ہیں تو جنرل اشفاق پرویز کیانی پاکستانی فوج کے دوسرے سربراہ ہوں گے جن کی گفتگو امریکیوں نے سنی ہے۔ قبل ازیں ایف بی آئی نے صدر پرویز مشرف کی بے نظیر بھٹو کے ساتھ ہونے والی وہ گفتگو سنی تھی جب پرویز مشرف نے انھیں دھمکی دی تھی کہ پاکستان میں ان کی سلامتی کا انحصار ان کے (پرویز مشرف) ساتھ تعلقات پر ہے۔ بھارتیوں نے بھی جنرل پرویز اور جنرل عزیز کی گفتگو اس وقت ریکارڈ کی تھی جب کارگل جنگ کے دوران جنرل پرویز مشرف بیجنگ میں تھے۔

مصنف، جنھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ۲۰ رجنوری کو جارج بش کے صدارت چھوڑنے سے قبل وائٹ ہاؤس میں منعقد ہونے والے متعدد اجلاسوں میں خفیہ ریکارڈ تک براہِ راست رسائی دی گئی تھی، نے کتاب میں کئی انکشافات کیے ہیں۔ کتاب میں یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ نیشنل سکیورٹی ایجنسی (این ایس اے) پہلے بھی ایسی گفتگو سن چکی ہے کہ پاکستان آرمی کے یونٹس قبائل میں اسکول کو نشانہ بنانے کی تیاری کررہے ہیں۔ کچھ لوگ پیشگی انتباہ کررہے ہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ کتاب میں کہا گیا ہے کہ انھوں نے لازماً 1-800-HAQQANI ڈائل کیا ہوگا۔ یہ بات اس شخص نے کہی

ہے جواس سے آگاہ تھا۔ ایک اور پیراگراف کے مطابق اسکول کو بھیجی گئی وارننگ کی تفصیلات تقریباً مضحکہ خیز تھیں۔ اس میں کہا گیا تھا کہ ''اوئے! ہم تمہاری جگہ کو چند روز میں نشانہ بنانے والے ہیں۔ لہٰذا اگر وہاں کوئی اہم آدمی موجود ہے تو اس سے کہو کہ وہ چیخ و پکار کرے۔''

کتاب میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ امریکہ کوان برسرزمین حقائق سے پوری آگاہی تھی اور انھوں نے پاکستانی علاقوں میں اس وقت حملے کرنا شروع کیے جب انھوں نے سوچا کہ پاکستان آرمی اور انٹیلی جنس ادارے طالبان سے لڑنے میں مزید دلچسپی نہیں رکھتے۔ کتاب کے باب نمبر ۸ ''کراسنگ دی لائن'' میں پاکستان کے حوالے سے مصنف نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ کس طرح پاک فوج کے ایک ۲ سٹار جنرل نے امریکی جاسوسی ادارے کے سربراہ مائیک میک کونیل کے سامنے دانستہ پاک فوج کے پورے خفیہ منصوبے کو کھول کر رکھ دیا تھا۔

کتاب میں کہا گیا ہے کہ امریکہ کے خفیہ ادارے یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ پرویز مشرف ان کے ساتھ ڈبل گیم کھیل رہے ہیں؛ ایک جانب تو وہ امریکہ کو یقین دلاتے تھے کہ صرف وہی طالبان کے خلاف لڑ سکتے ہیں تو دوسری جانب وہ عسکریت پسندی اور عسکریت پسندوں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ پرویز مشرف کے دہرے معیار کا ریکارڈ جانا پہچانا تھا۔ مصنف نے پاکستان پر یہ باب امریکہ کے دو اعلیٰ خفیہ اداروں کے سربراہان مائیک میک کونیل اور مائیکل ہیڈن جن کی عرفیت "Two Mikes" تھی کے خفیہ دوروں کی بنیاد پر تحریر کیا ہے۔ انھوں نے جنرل پرویز مشرف سمیت پاک فوج کے اعلیٰ افسران کے ساتھ متعدد ملاقاتیں کی تھیں۔ مصنف نے تحریر کیا ہے کہ مئی ۲۰۰۸ء کے آخر میں میک کونیل نے پاکستان کا خفیہ دورہ کیا جو نیشنل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر بننے کے بعد ان کا چوتھا یا پانچواں دورہ تھا اور اس کے نتیجے میں بش انتظامیہ کے آخری دنوں میں پاکستان میں سرحد پار سے خفیہ ایکشن بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔

[روزنامہ ''جنگ'' ملتان، ۱۶ر فروری ۲۰۰۹ء]

آقا ایک، کارندے تین، مفادات مشترک

عبدالرشید ارشد

اپنی بات کو آسان بنانے کے لیے ہم آپ کے سامنے پہلے یہ معروف فارمولا رکھتے ہیں کہ اگر الف = ب، ب = ج اور ج = د ہو تو یقیناً الف = د یا د = الف ہوتا ہے۔ آقا کا الف فی الاصل اسرائیل ہے تو ب کو بھارت جانیے، الف سے امریکہ بھی ہے اور تیسرا کارکندہ پاکستان ہے۔ آقا کا پہلا غلام امریکہ ہے تو دوست بھارت ہے جو امریکہ کے ’’انعامات‘‘ کے سبب ممنونِ احسان ہے ویسے وہ اسرائیل کے احسانات کا بھی معترف ہے۔ امریکہ و بھارت کا مشترکہ کارندہ کابل کا کرزئی ہے تو امریکہ کا دوسرا کارندہ پاکستانی قیادت ہے۔ آقا اسرائیل کے مفادات کے لیے کام کرنے والے امریکہ، بھارت اور پاکستان تین نمایاں کارندے ہیں۔ جب ہم پاکستان کہتے ہیں تو اس میں عوام نہیں عوامی کہلانے والی حکومت مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح امریکی عوام کم اور امریکی اسٹیبلشمنٹ زیادہ ملوث ہے۔

مفادات کے حوالے سے اگرچہ ہر ایک کے لیے تھوڑا بہت فرق ہے، مگر ایک چیز بالاتفاق مشترک ہے اور وہ یہ کہ پاکستان کسی طرح بھی مکمل طور پر اسلامی جمہوریہ نہ بن سکے کیونکہ اسلام خالص ہر کسی کے مفادات پر ضربِ شدید لگائے گا۔ اگرچہ یہ بات درست اس لیے نہیں ہے کہ اسلام تو ہر اپنے پرائے کے سکھ، تحفظ اور خوشحالی کی ضمانت دیتا ہے۔ تاریخ کی گواہیاں ہر ذی شعور کے سامنے ہیں۔ اسلام سے یہود و ہنود و نصاریٰ کے اقتدار کو خطرہ تو یقیناً ہے مگر عوام الناس کے لیے اسلام دینِ رحمت ہے جسے ہر مذہب کے سمجھداروں نے ہر دور میں تسلیم بھی کیا ہے۔

اسرائیل کا مفاد یہ ہے کہ پاکستان کا وجود اس کے وجود کے لیے خطرہ ہے کیونکہ یہ عربوں سے محبت اور یہودیوں سے نفرت کرتا ہے اور عربوں سے ان کی یہ محبت عربوں کی یہود دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے اور پھر یہ مسلمان ایٹمی قوت بھی تو ہے۔

> ’’عالمی یہودی تحریک کو اپنے لیے پاکستان کے خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور پاکستان اس کا پہلا ہدف ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ نظریاتی ریاست یہودی بقا کے لیے سخت خطرہ ہے...... بھارت، پاکستان کا ہمسایہ ہے جس کی ہندو آبادی پاکستان کے مسلمانوں کی ازلی دشمن ہے جس پر تاریخ گواہ ہے۔ بھارت کے ہندو کی اس مسلم دشمنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں بھارت کو استعمال کر کے پاکستان کے خلاف کام کا آغاز کرنا چاہیے۔ ہمیں اس دشمنی کی خلیج کو وسیع تر کرتے رہنا چاہیے۔ یوں ہمیں پاکستان پر کاری ضرب لگا کر اپنے خفیہ منصوبوں کی تکمیل کرنا ہے

تا کہ صہیونیت اور یہودیوں کے یہ دشمن ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہوں۔''

[بن گوریان، اسرائیل کا پہلا وزیر اعظم، بحوالہ جیوش کرانیکل، ۹/اگست ۱۹۶۷ء]

اسرائیل کی دشمنی کا سبب آپ نے دیکھ لیا۔ امریکہ اسرائیل کا زرخرید غلام ہے کہ اسرائیلی مدد و مالی تعاون کے بغیر وہاں کوئی صدر، نائب صدر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ امریکی پالیسیوں کو یہود کنٹرول کرتے ہیں۔ عربوں کے سینے کا خنجر اسرائیل امریکی اسلحہ اور سرپرستی کے سبب مشرقِ اوسط کا دہشت گرد غنڈہ ہے جس کے تحفظ کے لیے بار بار امریکی اسٹیبلشمنٹ اور صدر اعلان کرتے ہیں۔ امریکہ سلامتی کونسل میں ویٹو سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اسرائیلی موساد اور امریکی سی آئی اے نے مشترکہ منصوبہ بندی سے نائن الیون کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر تباہ کر کے امریکہ اور یورپی اتحادیوں کو پہلی درست اسلامی ریاست افغانستان پر وحشت و بربریت کی راہ دکھلائی، پھر عراق میں یہودی میڈیا کے بھرپور تعاون سے مہلک ہتھیاروں کی موجودگی کا ڈرامہ رچاتے یلغار کی راہ ہموار کی اور اُس راستے بالآخر پاکستان کے قبائلی علاقوں تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ امریکہ اور اس کے اتحادی صہیونی منصوبہ بندی پر عمل کے لیے ہر لحہ مستعد دیکھے گئے۔ اگرچہ ہم وطنوں نے مخالفت میں آواز بھی اٹھائی۔

امریکہ نے پاکستان کے لیے یہودی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے گاجر اور چھڑی Carrot and Stick کا کھیل جاری رکھا جو اُن کے پہلے مہرے کی روانگی کے باوجود آج بھی ویسے ہی بلکہ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ جاری ہے کیونکہ یہود ہی کے فلسفہ کے تحت جب پہلا مہرہ بدنام ہوجاتا ہے تو اس کی جگہ فہرست میں سے وہ دوسرا مہرہ لے آتے ہیں۔ آج پاکستان میں مہروں کی منڈی سجی ہے۔ اس منڈی سے من مرضی کا مال خرید کر من مرضی کے کام لیے جا رہے ہیں جس کے مظاہر قوم روزانہ ہی انجوائے کر رہی ہے۔

امریکہ کا پہلا مفاد اسرائیل کے دائمی تحفظ کا انتظام کرنا ہے۔ خصوصاً پاکستان کے ''اسلامی بم'' سے ''اسلامی شدت پسندی'' سے کہ پاکستانی قوم میں سے جذبہ جہاد نہ مرزا قادیانی کی طویل محنت اور برطانوی سرپرستی سے نکل سکا اور نہ ہی اب ہر طرح کے لالچ یا وحشت و دہشت بھری کارروائیوں سے نکل رہا ہے بلکہ بڑھ رہا ہے۔ دوسرا مفاد علاقے میں اجارہ داری قائم رکھ کر چین کی روز بروز بڑھتی قوت کا محاصرہ بہتر سے بہتر انداز میں کیے رکھنا ہے۔ اسی لیے امریکہ افغانستان میں لمبے قیام کا عندیہ ظاہر کر رہا ہے یا بھارت کو روس کی جھولی سے نکال کر اپنی جھولی میں محفوظ کرنے کی خاطر واری صدقے جا رہا ہے۔ بھارت کے ساتھ ایٹمی سمجھوتے ہو رہے ہیں۔ ''دہشت گردی'' کے خلاف ''جہاد'' میں بھارت سے کندھا ملا کر مقابلہ کرنے کی یقین دہانیاں کروائی جا رہی ہیں اور نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلے جا رہے ہیں۔

بھارت کے مفادات میں سرفہرست مسئلہ کشمیر اور بگلیہار ڈیم کے سبب پانی کی روک سے پیدا پاکستان کے ساتھ تناؤ کو پردۂ سکرین سے ایک عرصہ کے لیے غائب کرنا ہے اور دوسرے درجے میں ''را'' کی بلوچستان، قبائلی علاقوں

اور سندھ بشمول کراچی میں عرصہ سے جاری تخریبی سرگرمیوں سے توجہ ہٹانا ہے۔ اس کے لیے موساد کے تعاون سے ممبئی دہشت گردی کا ''محفوظ ترین وقوعہ'' تخلیق کیا گیا تھا جس پر امریکہ اور یہود کی لونڈی یو این او کی سلامتی کونسل نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے وقوعہ کی تحقیق سے قبل ہی کی طرح پاکستان کے خلاف قرارداد پاس کر دی کہ یہ بین الاقوامی برادری کا فیصلہ ہے۔

اسرائیل اپنے لیے پاکستان کو سب سے بڑا خطرہ سمجھے بیٹھا ہے اور بھارت کے ذریعے پاکستان کو سزا دلوانے کے حق میں ہے۔ لہٰذا اس نے کشمیر کی جدوجہد آزادی کے خلاف بھارت کی امداد عرصہ سے جاری رکھی ہے۔ ٹروپس کی ٹریننگ، جدید راڈار اور نہ جانے کیا کیا اسلحہ بھارت کو دیا تو اس کے ساتھ اُس نے ''را'' کی ہر بڑی تخریبی کارروائی میں معاونت کی۔ امریکی سی آئی اے اور ایف بی آئی بھی موقع کی مناسبت سے مددگار رہی۔ یہ سب کچھ اب راز نہیں رہا مگر پاکستان کا اس قضیے میں کیا مفاد ہے۔ جب ہم پاکستانی مفاد کی بات کرتے ہیں تو ہماری مراد پاکستان کی قیادت کے مفادات سے ہے، عوام کے مفادات سے نہیں ہے۔ عوام کو تو روٹی کپڑے اور مکان کے نعرے نے بے بس کر رکھا ہے۔ قیادت چونکہ بذریعہ امریکہ مسلط ہوتی ہے، عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر ''شفاف'' الیکشن ہوتے ہیں۔ پھر سیاست کی منڈی میں ہارس ٹریڈنگ ہوتی ہے جو نچلی سطح تک کارگر بنائی جاتی ہے۔ اعلیٰ سطح کے لیے فیصلے اعلیٰ سطح پر وائٹ ہاؤس اور نادیدہ ہاتھ کرتے ہیں۔ ہم صرف اشارہ کیے دیتے ہیں کہ وزراءاعظم، مشیر خزانہ، گورنر خزانہ وغیرہ سٹی بینک ہی کی شاہراہ پر سفر کرتے کیوں آتے ہیں؟ ان کے آنے سے معاشی اشاریے اوپر جاتے ہیں اور جانے کے بعد پتا چلتا ہے کہ وہ تحت الثرا میں تھے۔

بات پاکستانی قیادت کے مفادات کی ہو رہی ہے۔ پہلا مفاد یہ ہے کہ کسی بھی طرح اسلام اور نظریۂ پاکستان کو بالفعل پاکستان کا مقدر بنانے والی قیادت عوام کا مقدر نہ بنے، دوسرا یا تیسرا چوتھا ذیلی مفاد یہ ہے کہ آزاد عدلیہ کبھی نہ ہو، نظریاتی نظامِ تعلیم اور نظریاتی نظامِ معیشت کبھی رائج نہ ہو سکے۔ ان تینوں عناصر کی عدم موجودگی اس بات کی ضمانت ہوگی کہ یہاں مستقبل میں نہ اسلامی ذہن کی نسل ہوگی نہ مستحکم نظامِ معیشت ہوگا۔ حکومت ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی محتاج رہے گی اور اُن کی متعین کردہ پالیسیوں سے ''فیض یاب'' ہوتی رہے گی۔ امریکہ کا اقتدارِ اعلیٰ یہاں تسلیم کیا جاتا رہے گا۔ آج تک عملاً یہی کچھ عوام نے دیکھا بھی ہے کہ ہر حکمران وائٹ ہاؤس کی ''نظرِ کرم'' کا محتاج رہا۔

مذکورہ اہداف کی تکمیل کے لیے امریکہ نے بقول بش صلیبی جنگ چھیڑی جس کا آغاز افغانستان سے کیا، جسے لمبا عرصہ تک جاری رکھنے کا عزم کا بار بار اظہار کیا جا رہا ہے۔ جسے پروگرام کے مطابق پاکستان کے آزاد قبائل کو معتوب کر کے پاکستان کی مسلح افواج کو ملوث کر کے، دو طرفہ نفرت کا ذریعہ بنا کر، انسانی جانوں کے اتلاف سے کمزور بھی کیا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اپنے مخصوص ایجنٹوں کے ذریعے ملک کے طول وعرض میں دہشت گردی کی وارداتیں کروا کر، خودکش حملوں کا اہتمام کرتے عوامی رائے کو یہ یقین دلانے کی سعی کی جاتی ہے کہ فوجی آپریشن سے ان دہشت گردوں کو روکنا کس قدر ضروری ہو گیا ہے۔ اگر فوجی آپریشن سے انھیں نہ کچلا گیا تو یہ ملک کے اندر کارروائیاں کر کے ملکی معیشت کو تباہ کر دیں گے

۔سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ خوف پاکستانی قوم پر طاری رکھنے کے لیے ہمہ جہت کوشش کی جارہی ہے۔

کابل میں بھارتی سفارت خانے پر حملہ ہو یا اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل پر یا ممبئی کے دو ہوٹلوں اور یہودی معبد پر مبینہ دہشت گردی۔ یہ سب کچھ پاکستانی عوام کو دباؤ میں لانے کی فرضی کارروائی سے زیادہ کچھ نہیں کہ بھارتی ''را'' اسرائیلی ''موساد'' اور امریکی ''سی آئی اے'' مشترکہ طور پر اپنے اہداف کی تکمیل کے لیے کرتے ہیں۔ پاکستانی قیادت پر دباؤ کی بات ہم نے اس لیے نہیں کی کہ قیادت خود اس مثلث کا ایک برابر کا زاویہ یا ضلع ہے۔ اگر ہماری بات کی صحت سے انکار کیا جائے تو سوال کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ و بھارت کے ہر غلط مطالبے کے سامنے سرِ تسلیم خم کیوں کیا جاتا ہے؟ ہر غلط اور مسلمہ طور پر بے بنیاد الزام کو تسلیم کیوں کر لیا جاتا ہے؟ ہر امریکی یورپی فریب کار کو پذیرائی اور اعزازات سے کیوں نوازا جاتا ہے؟ کیا یہ نادیدہ ہاتھ کے ایجنڈے کی تکمیل نہیں ہے؟

مذکورہ تفصیل کے بعد اب آج کے سناریو میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ضروریات اور ان کے حوالے سے ملکی قیادت کا رویہ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ قائل ہو جائیں گے کہ اہداف کے حوالے جو کچھ ہم نے عرض کیا درست ہے۔ آزاد عدلیہ کے لیے ملک میں وکلاء ہی نہیں ہر مکتبِ فکر کے لوگ، سیاسی و سماجی حلقے ہر کسی کا مطالبہ ہے کہ عدلیہ کے شب خون کا مداوا کیا جائے۔ عدلیہ بحال کی جائے مگر رکاوٹ ہے تو قیادت ہے۔

دفاع کے حوالے سے محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی خدمات کسی سے چھپی ہوئی ہیں۔ عقل مند محسنوں کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ متعصب ہندو نے مسلمان ایٹمی سائنسدانوں کو ملک کا سربراہ بنایا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان نے محسن کو ٹی وی پر قوم کے سامنے خود ساختہ اقبالی بیان پڑھوا کر نہ صرف رسوا کرنے کی کوشش کی بلکہ اُسے آقا کی خوشنودی کی خاطر گھر میں نظر بند کر دیا اور جس نظر بندی پر آج کی نئی قیادت بھی آقا کے خوف میں مبتلا ایمان لا چکی ہے۔ کیا یہ اہداف نادیدہ حقیقی آقا نے مقرر نہیں کیے۔ انکل سام جن پر عمل کروا رہا ہے اور بلا چون و چرا اس ہماری قیادت عمل کر رہی ہے۔

پاکستان کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہے یا زرعی صنعت پر اور زراعت کی ضرورت پانی ہے۔ قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کے دھڑ پر سر سے تشبیہ دیتے کشمیر کی پاکستان کے لیے اہمیت کا احساس دلایا تھا کہ اسی کشمیر سے پاکستان کے پانچ دریاؤں میں پانی آتا ہے جو پاکستان کی زرعی ضرورت پوری کرتا ہے۔ کشمیر پر بھارت کا قبضہ ہے اور جس یو این او کی سلامتی کونسل کی ایک بے وزن قرارداد کے سبب پاکستانی قیادت نے ہانپتے کانپتے پابندیاں قبول کر لی ہیں۔ اس سلامتی کونسل کی قراردادوں کو اسرائیل کی طرح بھارت نے کبھی پرِ کاہ کی حیثیت نہیں دی۔ مشرقی تیمور میں مسیحی مفادات کا تحفظ کرتے سلامتی کونسل نے قرارداد پاس کی۔ یو این او نے عمل کروایا مگر ۶۰ سال میں مسلم کشمیر اُسی سلامتی کونسل اور یو این او کی راہ تک رہا ہے۔ کشمیر سے بہنے والے دریاؤں کا رخ پھیرنے کے لیے بھارت ڈیم بنا رہا ہے اور سلامتی کونسل خاموش ہے۔

چناب کے پانی کی روک آج پاکستان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ بھارت سرکار کا یہ مسئلہ اس کی ''را'' اور دوست ''موساد'' نے ممبئی دہشت گردی سے حل کرا دیا کہ آج پاکستان بگلیہار ڈیم کے ذریعے پانی کی روک پر خاموش ہے اور دریا خشک، نہریں بند مگر حکومت گندم کا ہدف پورا ہونے کے مژدے سنانے میں مصروف ہے۔ دوسری طرف بھارت جنگ کی دھمکیوں سے قیادت کو ڈرا رہا ہے۔ امریکہ و یورپ کے کارندے آئے دن دورے کر کے اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں تو پاکستان کو ڈراتے ہیں۔ بھارت کی ڈیمانڈ پوری کرنے پر زور دیتے ہیں اور قیادت ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بانی نے قیامِ پاکستان سے قبل ہی اعلان کر دیا تھا، جس کا انھوں نے اپنی زندگی میں بار بار اعادہ بھی کیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت میں اسلام داخل نہ ہو۔ اسی طرح موجودہ قیادت بھی پیش رووں کے نقوشِ پا کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں کہ اس طرح بین الاقوامی برادری میں اس کی ''رواداری اور روشن خیالی'' پر حرف آئے گا۔ آقا کے احکامات کی نافرمانی ہوگی کہ اس کا فیصلہ ہے ''اسلام چاہنے والے حکمران کبھی بھی قوم کا مقدر نہ بن سکیں''

موجودہ صورتِ حال میں معمولی عقل و شعور رکھنے والا بھی سمجھ رہا ہے کہ تینوں فریق یہود کے ایجنڈے کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ کوئی دوستی نبھاتے جیسے بھارت اسرائیل کی دوستی میں، کوئی غلامی میں جیسے امریکہ اسرائیل کا عملاً غلام ہے تو کوئی غلام در غلام ہونے کے ناتے جیسے پاکستان امریکہ کا غلام ہے کہ Do More سے سرتابی کی اسے مجال نہیں ہے۔ یہ سارا عذاب پاکستان کے عوام جھیل رہے ہیں کہ پاکستانی قیادت اُس ذوقِ یقین سے خالی ہے جس سے......

جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

کاش! کوئی زنجیریں کاٹ کر امریکہ کی دائمی غلامی سے نجات دلانے والا، پاکستانی عوام کی بھنور پھنسی کشتی کا کھیون ہار مل جاتا۔

غدارانِ ختم نبوت کا انجام

شورش کاشمیریؒ

جن لوگوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت پر ظلم کیا تھا وہ کیونکر مرے اوران کے ساتھ کیا بیتی ؟

اللہ تعالیٰ سردار عبدالرب نشتر کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ایک دن عندالملاقات راقم سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''ختم نبوت کی تحریک (۱۹۵۳ء) کے دوران جن لوگوں نے اقتدار کے زعم میں فدایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہایا ان کا انجام ورق عبرت ہو گیا۔ انھیں قدرت نے اتنی زبردست سزا دی کہ اس کا تصور کرتے ہوئے جی کانپتا ہے۔ وہ سزا کیا تھی اور عبرت کیا؟'' سردار صاحب نے تفصیلات نہیں بتائیں۔ لیکن راقم بعض واقعات سے آگاہ ہے۔ مثلاً قلعہ لاہور میں علماء کو تفتیش کے لیے رکھا گیا تو پولیس کا جو آفیسران علماء پر مامور تھا اس نے اتنی گندی زبان استعمال کی کہ ہم ملفوف سے ملفوف الفاظ میں بھی بیان نہیں کر سکتے۔ پھر اس کا جو انجام ہوا ہمارے سامنے ہے۔ اگلے ہی دن اس کی جوان لڑکی تالاب میں ڈوب کے مرگئی۔ قدرت یونہی عبرت سکھاتی ہے۔

ایک دوسرے سپرنٹنڈنٹ پولیس جو اُن دنوں سی آئی ڈی میں اے سیکشن کے انچارج تھے، ایک مسلح دستہ، پولیس لے کر مال روڈ پر نوجوانوں کے ایک ہجوم پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کی پاداش میں گولیوں کی بارش کروائی۔ کئی ایک نوجوان شہید ہو گئے۔ وہ ان کی لاشوں کو ٹرک میں لاد کر جانے کہاں لے گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سپرنٹنڈنٹ پولیس کو چند دنوں ہی میں سزا دی۔ اس کا بیٹا کھیلتا ہوا اس طرح گرا کہ اس کے پیٹ میں شکستہ بوتل کے ریزے چلے گئے اور وہ آناً فاناً رحلت کر گیا۔ وہ ایک ہی سپرنٹنڈنٹ پولیس جو خود اپنے حلقوں میں کبھی عزت پیدا نہ کر سکا۔ اس پر پولیس کے اہلکار اور آفیسر بھی لعنت بھیجتے رہے کہ وہ نوکری کے غرور میں اندھا ہو چکا تھا۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر جس نے مسلمان عوام پر تحریک کے چار دنوں میں وحشیانہ ظلم کیے، پاگل ہو گیا تھا پھر بہت دنوں پاگل خانے میں رہا...... یہ تو خیر معمولی افسروں کے واقعات ہیں اور راقم کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ بعض پولیس آفیسر جو فدایانِ ختم نبوت کے معاملہ میں فرعون ہو گئے تھے، ان کا انجام کیا ہوا اور وہ کس طرح تڑپ تڑپ کر مرتے رہے اور ان کی اولاد پر کیا بیتی ؟

ملک غلام محمد اُن دنوں گورنر جنرل تھے۔ انھوں نے ہماری ثقہ معلومات کے مطابق شیخ دین محمد گورنر سندھ کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا کہ قادیانی فرقے کو فی الفور اقلیت قرار دیا جائے۔ شیخ صاحب نے اس سلسلہ میں ایک آئینی و دستوری مسودہ تیار کیا۔ الحمد للہ وہ محفوظ ہے، لیکن ملک غلام محمد بعض عادتوں میں سر ظفر اللہ خان کے ساتھی تھے۔ انھوں نے ختم نبوت کے مضمرات پر غور نہ کیا اور وہ قیمتی مسودہ ٹھکرا دیا بلکہ اس جرم میں ایک سازش کے تحت شیخ صاحب کو گورنری سے سبکدوش کر دیا۔ ملک غلام محمد کس طرح مرے سب کو معلوم ہے۔ وہ آخری ایام میں دماغ کے تعطل کا ورق عبرت تھے۔ کسی مسلمان کہلانے والے کی موت اس سے زیادہ عبرت ناک کیا ہوسکتی ہے کہ وہ مر جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے۔ ملک غلام محمد گوروں کے قبرستان میں دفن کیے گئے اور اب شاید وہ قبر ہی مٹ چلی ہے۔ کسی پھول یا چراغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی مسلمان انھیں عزت سے یاد نہیں کرتا اور نہ کسی رعایت ان کا عزم سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہ خدا و عوام دونوں کے معتوب ہو کر مرے تھے۔

اسکندر مرزا اس زمانہ میں ڈیفنس سیکرٹری تھے۔ وہ ختم نبوت کی تحریک کو کچلنے کے لیے اتنے بے تاب تھے کہ لاہور گورنر ہاؤس میں افسرانِ مجاز سے چیخ چیخ کر پوچھتے کہ مجھے یہ نہ بتاؤ فلاں جگہ امن قائم ہو گیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ تم کتنی لاشوں کا مژدہ لائے ہو۔ کوئی گولی ضائع تو نہیں ہوئی۔

اس اسکندر مرزا کے انجام سے ایک دنیا واقف ہے کہ ملک سے نکالا گیا۔ لندن کے ایک ہوٹل میں منیجر ہو گیا۔ پھر وہاں فاحشہ عورتوں کی دلالی کرتا رہا۔ آخر بے بسی میں نذرِ اجل ہوا تو لحد کے لیے وطن کی زمین نصیب نہ ہوئی، دیارِ غیر میں مرا اور ایک دوسرے ملک میں قبر کے لیے جگہ ملی۔

یہ واقعات ہم نے اس لیے لکھے ہیں کہ آج بھی سرکاری ایوانوں میں بعض اس قسم کے وزراء و حکام موجود ہیں جنھیں مزدور کے پسینہ سے تو ہمدردی ہے لیکن ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس سے نہیں۔ ہم انھیں یہی کہیں گے:

خدا کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
26 مارچ 2009ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

''......اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا!''

سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرحوم استاد دامن نے کہا تھا:

ساڈے دیس چ موجاں ای موجاں
جدّھر ویکھو فوجاں ای فوجاں

استاد کا اشارہ ''ضیاء الحقی مارشل لاء'' کی طرف تھا۔ اس سے پہلے وہ ایوب خانی اور یحییٰ خانی مارشل لاؤں کا ذکر بھی...... ''جی او میریا ڈھول سپاہیا!'' کہ کر کر چکے تھے۔ اس لیے مارشل لاء کا ذکر جب بھی آتا ہے، ہمیں موجیں مارتی ہوئی فوجیں، بندے مارتے ہوئے ڈھول سپاہی، جھک مارتے ہوئے سیاست دان اور بہت کچھ...... یاد آ جاتا ہے۔ ہمیں پاکستان کا پہلا مارشل لاء یاد آ جاتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کے خونیں ایام یاد آتے ہیں۔ جنرل اعظم خان، خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ یاد آتے ہیں۔ پچھلے دنوں ''خبریں'' کی ایک اشاعتِ خاص (۱۴ر ستمبر) میں، ڈاکٹر صفدر محمود کی طویل تحریر......''اور مارشل نافذ کر دیا گیا'' شائع ہوئی تو ہمیں یہ سب کچھ بہت یاد آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا کہ......

''۲۵ر مارچ ۱۹۵۳ء کو میاں ممتاز دولتانہ اور ان کی کابینہ مستعفی ہوگئی جس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک وجہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ تھی جس نے خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ کے مابین اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کر دیا تھا۔ دوسری وجہ قادیانیوں کے خلاف تحریک تھی جسے عام طور پر ''ختم نبوت تحریک'' کہا جاتا ہے، اس تحریک نے پنجاب میں امن و امان کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ اس کا اعصابی مرکز لاہور تھا۔ اور صوبائی دارالحکومت میں حالات پر قابو پانے کے لیے ۶ر مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، جو مئی تک جاری رہا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے اس تحریک کا رُخ مرکزی حکومت کی طرف موڑنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی پاداش میں انہیں نہ صرف اپنے منصب کی قیمت ادا کرنی پڑی بلکہ اس سے خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کی راہ بھی ہموار ہوگئی۔

اینٹی احمدیہ مومنٹ یا ختم نبوت تحریک کے نتیجے کے طور پر مارشل لاء کا لگنا بھی ایک طرح سے مسلم لیگ کی کمزوری کی علامت تھی کیونکہ اگر مسلم لیگ صحیح معنوں میں ایک عوامی اور منظم جماعت ہوتی تو صورتحال کو اس قدر بگڑنے نہ دیا جاتا کہ سول انتظامیہ بے بس ہو جاتی اور فوج کو نظم و نسق سنبھالنا پڑتا۔ دراصل ختم نبوت تحریک علماء نے شروع کی جو سمجھتے

تھے کہ احمدی مُرتد ہیں۔ وہ ظفر اللہ خان اور دوسرے احمدی افسران کے بڑھتے ہوئے اثر کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ تحریک کئی ماہ جاری رہی اور تقریباً ہر روز پانچ دس ہزار افراد سڑکوں پر احتجاج کرتے، سرکاری املاک کو آگ لگاتے اور تھانوں پر حملے کرتے۔ ۶/مارچ ۱۹۵۳ء کے دن کئی دکانوں کو آگ لگا دی گئی اور لاہور کے اندرون شہر میں صورتحال نازک ہوگئی۔ جب تحریک اپنے عروج پر تھی تو دولتانہ صاحب نے بیان دے دیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور ظفر اللہ کو ڈسمس کر دیا جائے، چنانچہ اسی دن مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس طرح پاکستان بننے کے بعد پہلی دفعہ فوج سیاست میں ملوث ہوئی۔ ''پاکستان میں جمہوری عمل کی بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب تھی۔''

ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اخذ وترتیب کا کمال تو ہو سکتا ہے، مشاہدہ اور بیانِ واقعہ نہیں۔ تحریک مقدس، تحفظ ختم نبوت کو ''اینٹی احمدیہ موومنٹ'' یا ''احرار احمدی نزاع'' کہنے والوں نے ہمیشہ اسی یک طرفہ نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے جسے تاریخ ہمیشہ کے لیے غلط ثابت کر چکی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ کرنے والے گردن زدنی تھے اور ۱۹۷۴ء میں سرافراز وظفریاب؟ کاش، پوچھو کہ مدّعا کیا ہے؟

تحریک تحفظ ختم نبوت کو ممتاز دولتانہ کی سازش اور سازباز کہنا کوئی ''اچھوتی بانگی'' نہیں ہے۔ یہ مرزائیوں کا پروپیگنڈہ ہے۔ ورنہ یہ عجیب ''سازش'' تھی جو ناظم الدین کے ساتھ ساتھ دولتانہ کو بھی لے ڈوبی۔ حقیقت یہ ہے کہ سازش تو لیاقت علی خان کے قتل سے شروع ہو چکی تھی۔ ناظم الدین کا وزیر اعظم بنایا جانا بھی اسی سازش کا حصہ تھا۔ کیونکہ موصوف کے وزیر اعظم بنتے ہی......ایک طرف تو

(۱) تیل کے مسئلے پر ایران اور نہر سویز کے مسئلے پر مصر کی حمایت کی پالیسی ترک کر دی گئی۔ برطانیہ بہادر کی خوشنودی کی خاطر!

(۲) امریکہ نے پاکستان کو امریکی گندم کی درآمد کے لیے ڈیڑھ کروڑ ڈالر کا قرض دینے کی پیش کش کر دی۔......

اور دوسری طرف

(۱) مشرقی پاکستان میں قومی زبان کے مسئلہ پر، پُرتشدد تحریک شروع ہوگئی۔

(۲) کراچی میں طلباء ایجی ٹیشن کے ہنگامے شروع ہوئے اور پولیس کی فائرنگ سے ایک ہی دن میں سات طلباء ہلاک ہوئے۔

(۳) سندھ میں صوبائی مسلم لیگ کے صدر ایوب کھوڑو نے وزیر اعظم کے خلاف بغاوت کر دی۔

(۴) پنجاب کے وزیر اعلیٰ دولتانہ نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی مخالفت کی تو صوبے کی لیڈر شپ اور رائے عامہ کا ملاً ان کی تائید میں تھی۔

(۵) قادیانیوں کی تبلیغی، تنظیمی اور سیاسی سرگرمیاں خطرناک حد تک بڑھ گئیں۔ بلوچستان کو مرزائی ریاست بنانے کی

''بشارت'' عام تھی مرزائیوں نے وزیرخارجہ چودھری سرظفراللہ کی زیرسرپرستی ملکی اداروں میں اسی قدر اثر ونفوذ حاصل کرلیا جتنا آج امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے۔

کیا یہ سب دولتانہ کی سازش تھی؟ دولتانہ نے تو تحریک ختم نبوت کو تشدد سے کچلنا چاہا، لیکن آگ اور بھڑک اٹھی۔ راج سنگھاسن ڈولنے لگا تو وہ محتاط ہو گئے بعد میں جب مارشل لاء لگایا گیا تو وہ بھی لیگی مرکز کے ایماء پر لگایا گیا تھا نہ کہ فوج کی خواہش اور دولتانہ کی کوشش سے! فوجیوں کو تو یہ معلوم نہیں تھا کہ تحریک چلانے والے انڈیا کے حق میں ہیں یا پاکستان کو بچانے کے لیے موومنٹ چلا رہے ہیں۔ وہ تو یہ کہ کر گولی چلاتے تھے کہ ''غدّ ارو! کمینو! پاکستان دشمنو! جب ان مارشل لائی افراد کو حقیقت حال کا علم ہوا تو انھوں نے گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ پھر پنجاب پولیس اور مرزائی افسروں نے مل کر گولیاں برسائیں اور جی بھر کے ناموس رسالت کے پروانوں کو بھونا۔ اور یہ سب کچھ مسلم لیگی جاگیرداروں نے کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں خواجہ ناظم الدین کی ''وزارتِ عظمیٰ'' کیا کر رہی تھی؟ ۱۱ راگست ۱۹۵۲ء سے ۲۶ رفروری ۱۹۵۳ء تک، خواجہ صاحب سے تحریک ختم نبوت کے رہنماؤں کی مسلسل ملاقاتیں رہیں۔ خواجہ کی تان اسی بات پر آ کر ٹوٹتی رہی کہ......

> ''میں جانتا ہوں کہ اگر مجلس عمل کے مطالبات مان لوں تو سارے پاکستان میں پاپولر ہو جاؤں گا مگر مشکل یہ ہے کہ امریکہ سے جو معاملات طے ہوئے ہیں وہ خراب ہو جائیں گے۔ ظفراللہ کو ہٹا دوں تو گندم کا ایک دانہ نہ ملے گا تم لوگ میری مشکلات کو نہیں جانتے......''

لیکن خواجہ کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا جو ظفراللہ خاں آج اتنا مؤثر ہو گیا ہے وہ کل کو کیا کچھ نہ کر گزرے گا؟...... نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک زور پکڑ گئی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک کے مصنف سید نور احمد مرحوم (سابق ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ پنجاب) کے بقول

''گورنر جنرل کے لیے فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت آ گیا تھا۔ لیکن انھوں نے ایک مہینے کے قریب انتظار کیا اور خواجہ ناظم الدین کو اس بات کی مہلت دی کہ وہ چند سیاسی فیصلے اپنی قلم سے کر جائیں۔ فیصلے یہ تھے۔

(۱) دولتانہ سے کہا گیا کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت بھی خالی کر دیں۔

(۲) ان کی جگہ مشرقی پاکستان کے گورنر ملک فیروز خان نون کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔

(۳) ملک فیروز خان نون کی جگہ مشرقی پاکستان کی گورنری پر چودھری خلیق الزماں کو فائز کر دیا گیا۔

(۴) ان فیصلوں کی کامیابی کی ضمانت کے طور پر دولتانہ سے یہ بھی کہا گیا وہ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے سامنے خود تجویز پیش کر کے اپنے جانشین کو پارٹی لیڈر منتخب کرائیں۔ اور پھر طویل عرصے کے لیے پاکستان سے

باہر چلے جائیں۔ دولتانہ کو لاہور میں مارشل لاء کا ڈنڈا نظر آتا تھا۔ انھوں نے تمام احکام کی تعمیل کر دی۔ اور اپنے بال بچوں کو لے کر یورپ کی سیر کو چلے گئے۔'' (صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

دولتانہ اور خواجہ ناظم الدین کی باہمی چپقلش اور آویزش کا جو نزلہ مسلم لیگ پر گرا' اس آویزش و سازش کا زیادہ اثرِ بد مسلمانوں کے عقائد پر پڑا۔ کیونکہ مسلم لیگی بزرجمہر بنیادی طور پر سیکولر اور لبرل تھے۔ اس لیے عقائد کو قربان کرنا ان کے لیے بہت آسان تھا اور انھوں نے اسلامی عقائد قربان کر کے ہی مرزائیوں کو اقتدار کی ڈوری تھما دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب میں مرزائیوں نے اپنے اقتدار کے لیے مسلم لیگی سورماؤں کو اسی ڈوری سے نچایا۔ لوگوں نے اس نچانے والے کو بھی دیکھا اور ناچنے والوں کو بھی! مجلس احرار اسلام اس تماشے کو برداشت نہ کر سکی اور پاکستان کی تباہی و ویرانی کو کھلی آنکھوں نہ سہہ سکی تو اس نے آل پارٹیز کنونشن بلایا۔ اس کنونشن میں مرکزی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے متفقہ چار مطالبات رکھے گئے کہ:

(۱) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے الگ کیا جائے۔

(۳) مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

(۴) ربوہ کی زمین پر مہاجروں کو آباد کیا جائے۔

مطالبات تسلیم نہ کیے جانے کی صورت میں تحریک چلائی گئی اور اس کی بنیاد انہی مطالبات پر رکھی گئی اور اس تحریک کا نام ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' رکھا گیا۔ مسلم لیگی گوسفندوں نے اور مرزائی جتھہ بندوں نے اس مقدس تحریک کو ''اینٹی احمدیہ موومنٹ'' کہا جو کہ ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی لکھنا پسند کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے احرار کا نام لیتے ہوئے یوں قلم چھپا لیا۔ جیسے ہندو پتنیاں اپنے دھرم پتی کا نام لیتے ہوئے جھینپ جاتی ہیں۔ پھر انھوں نے لکھا ہے کہ ''علماء سمجھتے تھے کہ احمدی مرتد ہیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات لکھنے والا ابھی تک بندۂ بیگانہ ہے۔ ورنہ غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام کے تمام مرزائیوں کو مرتد ہی سمجھتے ہیں۔ ''غیر مرتد'' تو انہیں وہ مسلم لیگی ہی سمجھتے ہیں جن کے دروازے آج بھی ان کے لیے کھلے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مرتدوں کو احمدی لکھا ہے حالانکہ تمام مسلمان انہیں ''مرزائی اور قادیانی'' کہتے اور لکھتے ہیں اور یہی ان کا آئینی نام اور شناخت ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب سے ایک ہی گزارش ہے کہ خدارا تاریخ میں ''اجتہاد'' نہ فرمائیں۔ اگر انھوں نے (ر) جسٹس جاوید اقبال کے ''اجتہادات'' سے متاثر ہو کر اجتہاد فرمانا شروع کر دیا تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔ البتہ وہ اگر علامہ اقبال کے شبابِ فکر کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنا پسند کریں تو بہت مناسب ہے۔!

(۱۰/ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

''یاد ہم تم کو، شہیدانِ نبی کرتے ہیں''

سید محمد کفیل بخاری

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد مرزائیوں نے ایک گھناؤنا خواب دیکھا تھا کہ ''پاکستان مرزائی اسٹیٹ بن جائے۔'' اس گروہِ خبیث نے اپنے خواب کی تکمیل کے لیے بلوچستان کو خاص طور پر اپنی سازشوں کا مرکز بنایا اور مرزائی وزیر خارجہ آنجہانی سرظفر اللہ ان سازشوں کا پشتیبان تھا۔ مجلس احرار اسلام جو ۱۹۳۰ء کی تحریک آزادیٔ کشمیر اور ۱۹۳۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت (قادیان) سے ان کے تعاقب میں ایک جہدِ مسلسل میں مصروف تھی، نے اس موقع پر اپنا دینی وقومی فریضہ سرانجام دیا۔ بانیٔ احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر تمام اکابرِ احرار نے ۱۹۵۳ء میں پاکستان کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں کو جمع کر کے اس خطرے سے آگاہ کیا اور آل پارٹیز مجلس عمل قائم کر کے ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' برپا کر دی۔ خواجہ ناظم الدین اور دولتانہ نے تحریک کو کچلنے کی بھرپور کوشش کی اور منہ کی کھائی۔ حتیٰ کہ ڈائر ثانی جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگا کر دس ہزار فدائین ختم نبوت کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اور پھر بعد میں بدنام زمانہ جسٹس منیر نے انکوائری کمیشن میں قادیانیت نوازی کی رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ مگر...... تحریک زندہ رہی، اس کو کچلنے والے اور کسی بھی انداز میں اس کی مخالفت کرنے والے تاریخ کا ذلیل ترین کردار بن گئے۔ ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ، ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (ربوہ) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد، جامع مسجد احرار کا قیام، ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت کا آرڈیننس کا اجراء، پاکستان سے مرزا طاہر کا فرار اور حال ہی میں تمام دینی وسیاسی جماعتوں پر مشتمل متحدہ تحفظ ختم نبوت رابطہ کمیٹی کا قیام، یہ سب فتوحات انہی شہداءِ ختم نبوت کی بے مثال قربانیوں اور خونِ بے گناہی کا ثمر ہے۔

مارچ ۱۹۵۳ء کے اس حسین منظر پر آج بھی تاریخ شاہد عدل ہے۔ جب شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے آبروئے ختم نبوت پر دیوانہ وار قربان ہو رہے تھے۔ فدائین ختم نبوت علم احرار تھامے رزمگاہِ حق و باطل میں کشاں کشاں چلے آ رہے تھے۔ اس وقت کے مسلم لیگی حکمرانوں نے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں پر مارشل لاء کا پہرہ بٹھا دیا۔ اور اپنے تئیں یہ سمجھ لیا کہ اس صدائے حق کو وہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔ پھر جب دیوانگانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اُترے تو ظالم اور فاسق وفاجر حکمرانوں کے گماشتوں کی بزدل ٹیم رائفلوں سے مسلح ہو کر عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظالموں کی طرح ٹوٹ پڑی۔ اس جذبۂ صادقہ کو فنا کرنے کے لیے ظالموں نے جی بھر کے گولیاں

چلائیں لیکن یہ دیوانے؟

سینہ تان کے کہتے تھے، گولی آئے سینے پر

دس ہزار عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نام نہاد مسلمانوں کی گولیوں سے خون میں نہا گئے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی شاہراہیں ان کے خون سے سرخ ہوگئیں۔ اس مقدس اور متحرک خون سے یہ رستا خیز صدا آرہی تھی۔

قتل گاہوں سے چن کر ہمارے علم
اور نکلیں گے عشاق کے قافلے

آبروئے ختم نبوت کے محافظوں نے حق پرستی، جاں بازی وجاں نثاری اور سرفروشی کے ایسے انمٹ نقوش صفحۂ ہستی پر ثبت کیے کہ قتل گاہوں کو پسینہ آ گیا۔ ان کی استقامت وجواں مردی کے سامنے پہاڑوں کے دل چھوٹ گئے۔ حق چھا گیا اور باطل بھاگ کھڑا۔ اے حق کے پاسدارو، اے صدق وصفا کے پیکرو، اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وفاداری کے علمبردارو، اے شہیدانِ باوفا، اے ناموسِ رسالت پر مر مٹنے والو! ہمارا تم کو سلام پہنچے۔

حرم کی عزت پہ کٹنے والوں کے نقش پا کو سلام پہنچے

تمہارے ایثار اور قربانی نے ہمیں ایک نیا ولولہ دیا اور ہمارے ایمانوں کو جلا بخشی۔ اے وفا کیشانِ ختم نبوت ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک احرار زندہ ہیں، تمہاری جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھیں گے۔ ربِ ذوالجلال کی قسم، ہم ردائے ختم نبوت کو داغدار نہ ہونے دیں گے۔ سارقانِ نبوت کا جینا دوبھر کر دیں گے۔ ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک تمہارے مقدس مشن کی تکمیل نہ کر لیں۔

اے سرفروشانِ ختم نبوت تم پر ہزاروں سلام، سلام تم پر لاکھوں سلام!
جہاں تم ہو حیاتِ جاوداں تقسیم ہوتی ہے

۱۱، ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ کو مسجد احرار چناب نگر میں شہداء ختم نبوت کی یاد میں اکتیسویں سالانہ ”تحفظ ختم نبوت کانفرنس“ منعقد ہو رہی ہے۔ سرفروشانِ احرار، امت کے ان محسنوں کے تذکرہ سے اپنے ایمانوں کو منور کریں گے اور تحفظ ختم نبوت کے مشن کو جاری رکھنے کے لیے تجدید عہد کریں گے۔ آیئے! وارثانِ شہداء ختم نبوت کے قافلے میں شامل ہو کر اپنا فرض ادا کریں۔

☆☆☆

قادیانیوں کے بارے میں پارلیمنٹ کی کارروائی

مولانا زاہد الراشدی

روزنامہ ''پاکستان'' لاہور ۱۷ر جنوری ۲۰۰۹ء کی خبر کے مطابق سینیٹ آف پاکستان کے جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے رکن پروفیسر محمد ابراہیم نے قومی اسمبلی کی سپیکر محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کے نام ایک خط میں ان سے مطالبہ کیا ہے کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پہلے پارلیمنٹ میں مسلسل کئی روز تک اس مسئلہ پر جو مباحثہ ہوا تھا اور جس کے نتیجے میں پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت کا درجہ دینے کا تاریخی فیصلہ کیا، اس فیصلے اور مباحثے کی تفصیلات منظر عام پر لائی جائیں۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے پارلیمنٹ نے یہ ساری کارروائی اِن کیمرہ اجلاس میں کی تھی جس کی تفصیلات ابھی تک باضابطہ طور پر شائع نہیں ہوئیں۔ ملک کی منتخب پارلیمنٹ کے اس تاریخی فیصلہ کے بارے میں عالمی سطح پر جو شکوک وشبہات پھیلائے جارہے ہیں اور قادیانیوں اور ان کے بہی خواہ حلقوں کے یک طرفہ پروپیگنڈہ کے باعث پاکستان کے بارے میں بے اعتمادی کی جو فضا پیدا کی جارہی ہے اس کو دور کرنے اور اس مسئلہ پر بین الاقوامی حلقوں میں پاکستان کی پوزیشن واضح کرنے کے لیے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ پارلیمنٹ کے اس مسلسل اجلاس کی کارروائی کو شائع کیا جائے تاکہ ملک کے عوام کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی حلقوں میں بھی یہ بات واضح ہوسکے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی وجوہات کیا تھیں اور پاکستان کے مقتدر دینی وسیاسی حلقوں کے مؤقف کی تفصیلات کیا تھیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم نے قومی اسمبلی کی سپیکر کے نام اپنے خط میں جسٹس صمدانی کمیشن کی وہ رپورٹ شائع کرنے پر بھی زور دیا ہے جس میں چناب نگر (سابق ربوہ) کے ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلبہ پر قادیانی طلباء کے حملے اور تشدد اور پھر اس کے نتیجے میں ملک بھر میں قادیانیوں کے خلاف اٹھنے والی عوامی تحریک کے اسباب وعوامل پر بحث کی گئی تھی۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے خفیہ اجلاس کی کارروائی اور جسٹس صمدانی کمیشن کی رپورٹ سامنے آنے سے ان بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے گا جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے دستوری فیصلے کے بارے میں بین الاقوامی حلقوں کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر بعض لادین عناصر اور غیر ذمہ دار ذرائع ابلاغ کی طرف سے مسلسل پھیلائے جارہے ہیں۔ اس لیے ہم سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم کے اس مطالبہ کی تائید کرتے ہوئے قومی اسمبلی کی اسپیکر محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کی طرف سنجیدہ توجہ دیں۔ (مطبوعہ: ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ، فروری ۲۰۰۹ء)

آخری قسط

حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ اور قادیانیت

پروفیسر خالد شبیر احمد

عموماً یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ دینِ اسلام میں شاعری کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ایسا سمجھنا دین اسلام کے ذوقِ لطیف کی نفی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ ایسے تھے جو شعر کہتے تھے۔ بلکہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ نے انھیں کئی شعروں پر داد دی اور اُن کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس پر سوال ابھرتا ہے کہ اگر دین اسلام میں شاعری شجرِ ممنوعہ ہے تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا اور اگر آپ نے یہ کیا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ایسی شاعری کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی درست ہے کہ اسلام میں ایسی شاعری کی سرے سے کوئی اجازت نہیں ہے جس کا سلسلہ محض فحش گوئی، ہیجان انگیزی اور حسن وعشق کی داستانوں تک ہی محدود ہو کے رہ جائے۔

حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو فتنۂ قادیانیت کے فروغ اور اس کی شدت نے بے چین ومضطر کر دیا تھا۔ علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ ''**نفحة العنبر فی هدی شیخ الانور**'' میں حضرت انور شاہ کاشمیری کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

''جب یہ تاریک فتنہ پھیلا تو مصیبتِ عظمیٰ سے غم اور اضطراب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا۔ رات کی نیند حرام ہوگئی۔ مجھے قلق تھا کہ قادیانی نبوت سے دین میں ایسا رخنہ واقع ہو جائے گا جس کو بند کرنا دشوار ہوگا۔ اس قلق واضطراب اور بے چینی میں چھ ماہ گزر گئے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کیا کہ عنقریب اس فتنہ کا شور وشغب ان شاء اللہ جاتا رہے گا اور اس کی قوت وشوکت ٹوٹ جائے گی۔ چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد میرا اضطراب رفع ہوا اور سکونِ قلب نصیب ہوا۔'' (ص ۳۰۴، طبع جدید)

حضرت کاشمیریؒ نے اس اضطراب وبے چینی کا اظہار اپنے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ ایک طویل عربی نظم جو ''الکفار الملحدین'' میں طبع ہوئی۔ اس میں قادیانی فتنہ کی شدت وگہرائی کی طرف امتِ مسلمہ کو متوجہ فرمایا۔ شعر کا ہر لفظ اپنے زورِ بیان سے آپ کے دلی کرب واضطراب کی ترجمانی کرتا ہے جس کے ساتھ ساتھ ان اشعار میں اُمتِ مسلمہ کے لیے قادیانیت کے خلاف کچھ کر گزرنے کا پیغام بھی موجود ہے۔ شعروں میں خاص خوبی یہ ہے کہ ایمان کی حرارت کو تیز تر کرتے ہوئے قادیانیت کے خلاف ایک جذبہ اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ عربی عبارت کے لیے مولانا محمد یوسف لدھیانوی

کی کتاب ''تحفہ قادیانیت'' جلد دوم ملاحظہ فرمائیں:

اشعار کا اردو ترجمہ:

(۱) اے اللہ کے بندو! اٹھو اور ان فتنوں کے کس بل نکال دو۔ جو ہر جگہ چھا رہے ہیں اور جن کے برداشت کرنے کی تب و تاب نہیں رہی۔

(۲) ان فتنوں کی شدت سے ہدایت کے نشانات مٹا چاہتے ہیں۔ خیر و صلاح سمٹ رہی ہے اور پھر اس کے تدارک کی کوئی صورت نہیں بن پڑے گی۔

(۳) ایک اولوالعزم رسول (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کو تمہارے سامنے گالیاں دی جارہی ہیں۔ قریب ہے کہ قہرِ الٰہی سے زمین و آسمان پھٹ پڑیں۔

(۴) ایک ناہنجار قوم (مرزائیوں) نے اپنے رب اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی چھیڑ رکھی ہے پس اللہ کی مدد کے بھروسے سے اٹھو کہ وہ بہت قریب ہے۔

(۵) حدود اللہ کو ٹوٹتے دیکھ کر صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔ پس کیا اس بھری دنیا میں کوئی حدود اللہ کے تحفظ کے لیے پکارنے والا یا میری دعوت پر لبیک کہنے والا ہے۔

(۶) جب مصیبت حدِ برداشت سے نکل گئی تب میں نے مدد کے لیے تمہارے دروازے پر دستخط دی۔
پس اے قوم! کیا کوئی فریادرس ایسی ہے جو آگے بڑھ کر میرے دکھ درد میں شریک ہو جائے۔

(۷) بخدا میں ان لوگوں کو جو خوابِ غفلت میں مست تھے، بیدار کر چکا ہوں اور ہر ایسے شخص کو جسے قدرت نے سننے کی صلاحیت دی ہے سنا چکا ہوں۔

(۸) اور میں قومِ مسلم کو ان کے رب کی جانب سے عائد شدہ فریضہ کے سلسلے میں پکار چکا ہوں۔ پس کیا اہل خانہ میں کوئی شخص میری مدد کو اُٹھے گا۔

(۹) سب کچھ چھوڑ کر اس فتنۂ عظمیٰ کے مقابلہ میں کمر بستہ ہو جاؤ۔ اس لیے کہ اس فتنہ کا نشانہ ہو جانے کے بعد اس کا استیصال ہر شخص پر فرضِ عین ہو گیا ہے۔

(۱۰) ہاں اُٹھو اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دو۔ اور جب تحفظِ دین کے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے پکارا جارہا ہے تو دیر کیوں کرتے ہو۔ اٹھو اور کمر ہمت چست کر کے باندھ لو، اس راستے میں تم پر رحمتوں پر رحمتیں نازل ہوں گی۔

(۱۱) انبیاء علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے تو صاف کہہ دو کہ

یہ بھی پہلے کا دوسرا ہے۔

حضرتِ اقدس کے قلبِ اطہر پر جو اس فتنہ کی شدت کا اثر تھا۔ وہ ان اشعار سے نمایاں نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فتنہ کے استیصال کے لیے مامور من اللہ ہیں اور اُن کی تمام صلاحیتیں اس پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ قادیانیت کے قصرِ الحاد کو پھونک ڈالیں۔ حضرت امام العصرؒ نے قادیانی الحاد پر تابڑ توڑ حملے کیے اور اُن کے کفر وارتداد کو عالم آشکارا کرنے کے لیے قلم اٹھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قادیانی قذاقوں کے سب سے بڑے حریف تھے۔ مرزا اور مرزائی گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جس دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے ایک باغیرت وحمیت مسلمان کا خون کھول جاتا ہے اور جو شخص اس کے بارے میں خاموش ہے یہی کہا جاسکتا ہے، یا تو وہ دین وایمان سے محروم ہے یا پھر اس کی غیرت وحمیت کو مصلحت کی دیمک چاٹ گئی ہے۔

ردّ قادیانیت میں آپ کی کتابیں:

حضرت امام العصرؒ نے قادیانیت کے تعاقب میں جو کارنامے انجام دیے، اُن کی تفصیل کے لیے مقالہ کافی نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت نے خود بھی ان تمام مسائل پر قلم اٹھایا جو اسلام اور قادیانیت کے درمیان زیر بحث تھے۔ مثلاً حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر تین کتابیں تالیف فرمائیں:

(۱)　عقیدۃ الاسلام فی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۲)　تحیۃ الاسلام فی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۳)　التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

یہ تینوں کتابیں اپنے رنگ میں بے نظیر ہیں۔ اس کے علاوہ ختم نبوت کے موضوع پر فارسی میں رسالہ ''خاتم النبیین'' تالیف فرمایا۔ جس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ آیت ختم نبوت کی تفسیر میں دقیق معارف کا ذخیرہ ہے۔ ان تمام رسائل میں قادیانی دجل وفریب سے نقاب کشائی فرمائی اور قادیانیوں کے کفر وارتداد کو ثابت کرنے کے لیے ''الکفار الملحدین'' تالیف فرمایا۔

اپنے تلامذہ کو ترغیب:

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ میں مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا مرتضیٰ احسن چاند پوری، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ اور دیگر بہت سی ایسی نابغہ شخصیتیں موجود تھیں جن کو شاہ صاحب نے ردّ مرزائیت پر مامور فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے تلامذہ سے عقیدۂ ختم

نبوت کے تحفظ اور ردّ قادیانیت کے لیے کام کرنے کا عہد لیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا تھا۔ وہ قادیانی درندوں سے ناموسِ رسالت کو بچائے۔ ان حضرت نے شاہ صاحب کی وصیت کے مطابق ردّ قادیانیت کے تعاقب کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا۔

علامہ اقبالؒ اور ظفر علی خانؒ:

قادیانیت کا مذہبی و دینی سطح پر محاسبہ تو علمائے امت شروع سے کرتے آرہے تھے، لیکن جدید طبقہ میں قادیانیوں سے رواداری کا مرض سرایت کیے ہوئے تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ قادیانیوں کے خلاف جو کچھ مذہبی سٹیج سے کہا جارہا ہے وہ صرف ملاؤں کی افتادِ طبع کا نتیجہ ہے۔ حضرت امام العصرؒ نے قادیانیت کے خلاف جدید طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے مولانا ظفر علی خانؒ (ایڈیٹر ''زمیندار'') اور شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ کو آمادہ کیا۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں:

''باخبر حضرات جانتے ہیں کہ پنجاب کے خصوصاً اور ہندوستان کے عموماً انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں قادیانی فتنہ کی شر انگیزی اور اسلام کشی کا جو احساس پایا جاتا ہے۔ اس میں بڑا دخل علامہ محمد اقبال مرحوم کے اُس لیکچر کا ہے جو عقیدۂ ختم نبوت پر ہے اور ساتھ ہی اُس مقالہ کا ہے جو قادیانی تحریک کے خلاف انگریزی زبان میں شائع ہوا، لیکن یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہے کہ دونوں تحریروں کا اصل باعث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ ہی تھے۔'' (بیس بڑے مسلمان، ص ۳۷۷)

علامہ اقبال نے اپنے خطبات و مقالات اور گفتگوئے مجالس میں قادیانیت کا فلسفی اور فلسفیاتی رنگ میں تجزیہ کیا جس سے جدید طبقہ کو یہ سمجھنے میں مدد ملی کہ قادیانیت کا پس منظر کیا ہے اور امتِ مسلمہ کے حق میں اس کے نتائج کس قدر مہلک ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب کے ان مقالات کا اردو ترجمہ ''حرفِ اقبال''، ''اقبال اور قادیانی''، ''اقبال اور قادیانیت'' ''ارمغانِ اقبال''، ''انوارِ اقبال'' اور دیگر کتب و رسائل میں ہو چکا ہے۔

مولانا ظفر علی خان مرحوم علی گڑھ کے گریجویٹ تھے مگر اکابر دیوبند سے تعلق اور وابستگی نے انھیں واقعی مولانا بنا دیا تھا۔ موصوف نے ۱۹۱۰ء سے ''زمیندار'' کی ادارت سنبھالی اور نازک ترین دور میں قادیانیت کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور جب تک جسم میں توانائی رہی۔ وہ اس محاذ پر لڑتے رہے۔ آغا شورش کاشمیریؒ نے ''تحریک ختم نبوت'' کے صفحہ ۶۱ سے ۷۴ تک مولانا ظفر علی خان اس داستانِ وفا کی تفصیلات قلم بند کی ہیں۔ ۱۹۳۳ء کے ایک مقدمے کے ضمن میں ذکر کیا ہے:

''عدالت نے وہ نوٹس پڑھ کر سنایا جو اس مقدمے کی بنیاد تھا کہ تمہارے اور احمدی جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ تم نے اُن کے عقائد اور مذہبی پیشوا پر حملے کیے ہیں۔ جس سے نقصِ امن کا اندیشہ ہو گیا ہے۔ وجہ بیان کرو کہ تم سے کیوں نہ نیک چلنی کی ضمانت طلب کی

جائے۔مولانا نے عدالت کو جواب دیتے ہوئے کہا:

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں، مرزائیوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے گا۔لیکن جہاں تک مرزا غلام احمد کا تعلق ہے۔ہم اس کو ایک بار نہیں ہزار بار دجال کہیں گے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی میں اپنی ناپاک نبوت کا پیوند لگا کر ناموسِ رسالت پر کھلم کھلا حملہ کیا ہے۔اپنے اس عقیدے میں ایک منٹ کے کروڑویں حصے کے لیے بھی دست کش ہونے کو تیار نہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مرزا غلام احمد دجال تھا، دجال تھا، دجال تھا۔ میں اس سلسلے میں قانون انگریزی کا پابند نہیں ہوں۔میں قانون محمدی کا پابند ہوں۔''

(تحریک ختم نبوت مؤلفہ آغا شورش کاشمیری مرحوم،ص ۶۸)

امیر شریعت کا خطاب:

حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کاشمیریؒ ''تحریک ختم نبوت'' کو باقاعدہ منظّم کرنے کے لیے خطیب الامت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت مقرر فرمایا اور انجمن خدام الدین کے ایک عظیم الشان سالانہ اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۳۰ء اُن کے ہاتھ میں دے کر ہندوستان کے ممتاز ترین پانچ سو علمائے دین کی بیعت اُن کے ہاتھ پر کرائی۔ظاہر بین نظریں یہ دیکھ رہی تھیں کہ دارالعلوم دیوبند کا صدر المدرسین حجۃ الاسلام علامہ محمد انور شاہ کاشمیری، امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے لیکن امیر شریعت کا تاثر یہ تھا کہ:

''آپ نہ سمجھیں کہ حضرت (انور شاہ صاحب) نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے بلکہ حضرت نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایا ہے۔یہ کہہ کر شاہ جی زار و قطار رونے لگے اور اُن کا سارا جسم کانپنے لگا۔'' (حیاتِ امیر شریعت، مؤلفہ غلام نبی جانباز،ص ۱۵۵)

بہر حال یہ بحث تو اپنی جگہ ہے کہ امام العصر کشمیریؒ امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔یا پھر، امیر شریعت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔دراصل یہ بات تو طے ہے کہ انور شاہ کاشمیری، امیر شریعت سے قادیانیت کے استیصال کا عہد لے رہے تھے۔اس کے بعد جو کچھ امیر شریعت اور اُن کی جماعت نے قادیانیت کے محاسبے کے سلسلے میں کیا یا پھر کر رہے ہیں اس پر ہم سب متفق ہیں کہ انور شاہ صاحب کی ہی باطنی توجہ اور اُن کی دعاؤں کا ہی صدقہ ہے۔

امام العصرؒ کی وفات کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت تھانوی نے نہایت شفقت سے حالات سے سنے اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔شاہ جی

نے بے تکلفی سے کہا کہ حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری ہمارے روحانی پیشوا تھے۔ انھوں نے ہمیں ردّ مرزائیت کے کام پر لگا دیا ہے۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام کا شعبۂ تبلیغ اس کام کے لیے وقف ہے۔ حضرت کاشمیریؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ سے دعا لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت حکیم الامت نے دریافت کیا کہ آپ کی جماعت کا رکن بننے کے لیے کیا کوئی شرط بھی ہے؟ عرض کیا: ایک روپیہ سالانہ رکنیت کی فیس ادا کر کے ہر مسلمان جماعت کا رکن بن سکتا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو معلوم نہیں کہ زندگی کے کتنے دن باقی ہیں۔ تاہم مجھے پچیس سال کے لیے اپنی جماعت کا رکن بنا لیجیے اور اگر اس سے زیادہ جیتا رہا تو پھر رکنیت کی تجدید کر لوں گا۔ یہ کہہ کر پچیس روپے عطا فرمائے اور پچیس سال کے لیے رکنیت قبول فرمائی۔ (روایت: مولانا محمد علی جالندھریؒ)

بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ سہی لیکن اس سے مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ علمائے دیوبند کے غیر معمولی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت امام العصر سید انور شاہ کاشمیری مجلس احرار اسلام کے غیر معمولی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت امام العصر سید انور شاہ کاشمیری مجلس احرار اسلام کا رخ فتنۂ قادیانیت کی طرف موڑنے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کے منصب پر کھڑا کرتے ہیں اور خود بنفس نفیس ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان پر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ ادھر حکیم الامت تھانویؒ مجلس احرار اسلام کے تبلیغی شعبہ کی رکنیت قبول فرما کر گویا امیر شریعت کی اس جہاد میں قیادت کو قبول فرماتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ جب تک حیات رہے، ان کی توجہ اور دعا اور ہر قسم کی اعانت مجاہدین ختم نبوت کے شامل حال رہی۔ ان کے وصال کے بعد قطب العالم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اس قافلے کے سالار بن گئے۔ احرارِ اسلام کے اکابر حضرت رائے پوریؒ کے حلقۂ ارادت سے منسلک اور حضرت رائے پوریؒ کی عنایات و توجہ سے مستفید ہوتے رہے۔ جن لوگوں کی حضرت کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے انھیں علم ہے کہ حضرت، قادیانی فتنے کے بارے میں کس قدر گہرا احساس رکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری کی نسبت حضرت رائے پوری کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ حضرت مجاہدین ختم نبوت کی سرپرستی فرماتے۔ ان کی مالی خدمت کرتے۔ انھیں مفید مشورے دیتے۔ ان کی کارگزاری کی باقاعدہ رپورٹ سنتے اور ان حضرات کی بے حد قدر اور حوصلہ افزائی کرتے۔

حضرت رائے پوری کے حکم سے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''القادیانی والقادیانیہ'' عربی میں تالیف فرمائی اور پھر حضرت کے مکرر حکم سے اس کا اردو ترجمہ ''قادیانیت'' کے نام سے ہوا۔ دونوں کتابوں کا ایک ایک حرف حضرت نے سنا۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب ''شہادۃ القرآن'' کو بھی حرفاً حرفاً سن کر اس کی اشاعت کا حکم فرمایا۔

علمائے امت قادیانیت فتنے کا مقابلہ انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں کر رہے تھے۔ مگر علماء دیوبند نے

محسوس کیا کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے مسلمانوں کو منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے لیے ایک ایسی مضبوط جماعت ہونی چاہیے جو ناموسِ رسالت کی خاطر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کو اپنا مشن بنالے۔ اس کے لیے مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی نظر انتخاب مجلس احرار اسلام پر پڑی اور فتنۂ قادیانیت کا منظّم مقابلہ کرنے کے لیے مجلس احرار اسلام کے قائد حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر فرمایا۔

(تحفۂ قادیانیت، جلد دوم، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ص ۵۰ تا ۶۰، ملتان، ۱۹۹۶ء)

آخر میں اپنے اس مضمون کو ایک اور شہرۂ آفاق کتاب ''نقشِ دوام، حیات محدثِ کاشمیری'' کے درج ذیل اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ جس سے اسی عنوان کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

مجلس احرار اسلام کا قیام:

تصنیف و تالیف، تقریر و تحریر اور قادیانیت کے مقابلے کے لیے بعض افراد اور اشخاص کی خصوصی تربیت کے باوجود مرحوم (حضرت انور شاہ کاشمیریؒ) کی رائے تھی کہ اس فتنہ کی مکمل بیخ کنی کے لیے ایک ایسے مستقل ادارے کی ضرورت ہے جو اپنی تمام توانائیاں اور قوتِ کار قادیانیت کی تردید میں صرف کرے۔اس کے لیے آپ نے بار بار جمعیت علمائے ہند کو بھی توجہ دلائی بلکہ کلکتہ جمعیت علماء کے اجلاس میں جب اس مسئلہ پر غور ہو رہا تھا کہ جمعیۃ العلماء کی رکنیت کے لیے خود اسلامی فرقوں میں سے کس کس کے لیے اجازت ہونی چاہیے۔ آپ (مولانا انور شاہ کاشمیریؒ) نے یہ سوال اٹھایا کہ پہلے قادیانیوں کے کفر اور ایمان کا فیصلہ ہونا چاہیے تاکہ ان کے لیے حقِ رکنیت یا عدم رکنیت کی بات طے ہو سکے لیکن ''جمعیۃ العلماء ہند'' نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں جس سرگرمی سے حصہ لیا۔ دوسرے محاذ پر تندہی سے اس کے لیے (یعنی قادیانیت کے لیے) کام ممکن بھی نہیں تھا۔[۱]

پھر پنجاب جو اس فتنہ کی جائے پیدائش تھی۔ وہاں پر اس کے مقابلے کے لیے کسی ادارے کے قیام سب سے زیادہ ضروری تھا۔ پنجاب کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوتِ عمل جوش و خروش کی جن دولتوں سے نوازا ہے۔اس کی بنیاد پر بھی بار بار آپ کی نظر پنجاب پر ہی اٹھتی تھی۔ انھیں وجوہ و اسباب کے پیش نظر اپنے خصوصی تلامذہ و متعلقین کو ایک ادارہ کے قیام کی طرف متوجہ کیا۔اسی زمانے میں قوم پرور مسلمانوں کا ایک عنصر کانگریس ورکنگ کمیٹی میں مسلم پنجاب کی نمائندگی کے سوال

---

[۱] ممکن تو تھا لیکن نہ ہوا کہ یہ تمغہ صرف مجلس احرار اسلام کے سینے پر ہی سجنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔اس لیے انور شاہ صاحبؒ کی یہ تجویز درمیان میں ہی رہ گئی۔اس کے لیے جو جواز پیش کیا گیا، وہ بھی محل نظر ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے مجلس احرار بھی فعال تھی اور کسی بھی دوسری جماعت سے زیادہ کام کر رہی تھی۔ نہ کہ صرف جمعیۃ العلماء ہند۔

پر ناراض ہوٹوٹا۔[ا] اور مجلس احرار اسلام کے نام سے جس ادارے کی تشکیل کی وہ حضرت شاہ صاحب کی تمناؤں کے مطابق تھی۔سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، ان سب سے قادیانیت کے استیصال کے لیے جو کام کیا، وہ احرار کا تاریخ کا ایک جلی باب ہے۔

بخاری کی ساحرانہ خطابت نے ملک کو آتشیں فضا میں دھکیل دیا۔شاہ صاحب نے انھیں امیر شریعت کا خطاب سے نواز کر قادیانیت کے مقابلے میں لا کھڑا کیا اور پھر جاننے والے جانتے ہیں کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کی تگ و تاز سے قادیانیت کا قلعہ مسمار ہو گیا۔ظفر علی خان کی ہنگامہ خیز شاعری نے مرزائے قادیان کی زندگی تلخ کر دی۔اس طرح مجلس احرار سلام کی تعمیر میں قادیانیت کی تردید کا جو تخم ڈالا گیا تھا۔وہ احرار کی پوری زندگی میں بروئے کار رہا۔پاکستان بن جانے کے بعد بھی قادیانیت سے ایک بھر پور مقابلہ مجلس احرار نے ہی کیا۔اگر چہ سر ظفر اللہ قادیانی کی سازشوں کے نتیجہ میں احرار کے سینکڑوں کارکن نہ صرف قید و بند کی صعوبتوں بلکہ گولیوں کا نشانہ بن گئے۔آج بھی احرار کے بقیۃ السلف تحفظ ختم نبوت کے نام سے قادیانیت کے استیصال کو اپنا مقصدِ حیات بنائے ہوئے ہیں۔قادیانیت کے خلاف بے پناہ کام کے اجلے عنوانات اس جماعت کا وہ کارنامہ ہے جس کی بنیاد پر یہ جماعت عنداللہ وعندالناس ان شاء اللہ تعالیٰ سرخرو رہے گی۔ ہزاروں رضا کار، سینکڑوں کارکن، سینکڑوں آتش نوا مقررین نے احرار کے پلیٹ فارم سے اٹھ کر ملک کو یہ شعور دیا کہ قادیانیت کفر کا دوسرا نام ہے۔عوامی سطح پر اس شعور کی بالیدگی ”احرار“ کے بغیر ناممکن تھی اور اس میں بھی شک نہیں کہ خاص اس محاذ پر علامہ کشمیری احرار کی پر جوش قیادت فرما رہے تھے۔اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ موصوف نے اس مقصد کے لیے احرار ہی کو اپنا مکتبہ فکر اور دائرۂ عمل بنایا۔“ (نقش دوام حیاتِ محدث کاشمیری، صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸، ملتان، ۱۴۲۶ھ)

[ا] یہ بات بھی درست نہیں اس علیحدگی کی وجہ تاریخ احرار میں مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ نے بیان کر دی ہے۔ اُسے پڑھ کر اصل وجہ کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

خواہش جو حسرت بن گئی

سیف اللہ خالد

پچھلے برس مئی کے آخر میں مرزا ملعون کے صد سالہ یومِ مرگ پر اس کی ذریت نے پاکستان کو اپنی جارحانہ تبلیغ کا ہدف قرار دیا تو مضبوط ایمان کی سند اور آخرت میں یقینی کامیابی کا اطمینان رکھنے والے اربابِ قیادت وسیادت پورے سکون سے محوِ استراحت رہے مگر کچھ کمزور ایمان اور محض حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب شفاعت کی امید رکھنے والوں کی گنہگار دل خزاں رسیدہ پتوں کی طرح لرزاٹھے۔ اہلِ تقویٰ کے خراٹے یوں ڈرانے لگے جیسے اندھیری شب ویرانے میں رستہ بھول جانے کے خوف کا شکار بچہ اپنے ہی قدموں کی آہٹ سے دہل جاتا ہے۔ بے کسی، بے بسی کے عالم میں توکل علی اللہ کی پونجی کے ساتھ اپنی سی کوشش کا آغاز کرنا چاہا تو پیر مہر علی شاہؒ یاد آ گئے۔

کتھے مہر علی ، کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

جھولیاں بھر بھر محبت بانٹنے والا عظیم صوفی، ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو للکار کر غیرتِ دینی کا ثبوت دینے والے اوّلیں مجاہدوں کے سالار، دلائل کے انبار سے جھوٹی نبوت کو بے نقاب کرنے والے عالم بے بدل۔ اقبالؒ جیسے عبقری کو جن سے کسبِ فیض کی تمنا کبھی تمام نہ ہوئی۔ امیر شریعتؒ جیسے نابغۂ عصر کو جن سے بیعت پر عمر بھر فخر رہا...... کیوں نہ رہنمائی کے لیے شیخ اور اُس کے مرید کے خاندان کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے؟ سوچ سوال بنی اور اسے فیصلہ کی صورت مجسم ہونے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا۔ حکم ہوا کہ گولڑہ جا کر باادب درخواست کی جائے کہ ایک بار پھر ہاتھ بڑھایئے کہ تحفظ ختم نبوت کا مشن تجدید بیعت کا متقاضی ہے مگر کم مائیگی نے ۸ ماہ تک قدم جکڑے رکھے۔ کہاں وہ عالی نسب اور کہاں یہ قلم کا مزدور۔ مکالمہ شروع ہوتو کیسے؟ حقیقت میں بے سلیقہ ہونے کا احساس تھا اور کچھ ہجوم کار کا بہانہ۔ اب خیال تھا کہ تحریک ختم نبوت کے اجلاس کی خاطر برادر مکرم عبداللطیف خالد چیمہ تشریف لائیں گے تو اُن کے ہمراہ حاضر ہوں گے۔ وہ مسندِ شیخ کے وارث ہیں تو یہ مرید کے مرید۔ کوئی جواز کوئی بہانہ تو بہر حال ہونا چاہیے۔ کوئی نسبت تو بنے، پھر بڑوں کی اس ملاقات میں ہم بھی نیاز مندی کی راہ نکال لیں گے مگر افسوس کہ وقت کی مٹھی سے ریت کی طرح پھسلنے کا احساس ہی اُس وقت ہوا جب خالی ہاتھوں پر پچھتاوے کی خاک کے سوا کچھ باقی نہ بچا۔ اور خبر آ گئی کہ پیر نصیر الدین گولڑوی منزل ابدی کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی نے کہا اُن کا جنازہ بہت بڑا تھا۔ ملک کی تاریخ کے چند بڑے جنازوں میں سے ایک۔ کیوں نہ ہوتا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا: ''ہمارا جنازہ ہمارے مقام کا تعین کرے گا۔'' کسی نے حیرت کا اظہار کیا کہ وہاں سبھی تھے۔ دیو بندی، بریلوی، اہل حدیث بلکہ اہل تشیع بھی، مگر اس میں اچنبھے کی کیا بات؟ وہ پیر مہر علی شاہ کے پڑپوتے تھے، صرف نسبی ہی نہیں فکری وارث۔ کوئی حیران ہے کہ وہ کتنے بڑے علم والے تھے، دو درجن کے قریب تصانیف، عربی، فارسی اور اردو میں، فکر عمیق اور وسعت مطالعہ کا نچوڑ اور لوگ انھیں ایک عام پیرزادہ ہی خیال کرتے رہے......! مگر اس میں نیا کیا ہے۔ اہل علم ہمیشہ اپنی مدت کے بعد بے نقاب ہوتے ہیں اور قیامت تک یاد رکھے جائیں گے۔ وہ ان سے قطعی مختلف ہوتے ہیں جو خود کو علامہ اور پھر شیخ الاسلام ثابت کروانے کی خاطر گلے میں ڈھول ڈال کر قریہ قریہ منادی کرتے پھرتے ہیں۔ بعد از مرگ اُن کی قبر تاریخ کے کوڑے داں کا مقدر بنتی ہے اور اولاد بھی بھول جایا کرتی ہے۔

جانے والا اپنا وقت گزار کر چلا گیا۔ اب یادیں ہیں اور باتیں جو پچھتاوے کو بڑھاتی رہیں گی۔ راولپنڈی کے ایک مکتبہ کے متعلقین بتا رہے تھے کہ وہ ان کے مستقل خریدار تھے۔ کوئی بھی کتاب نئی آئے وہ اس کے قدر دان تھے۔ اپنی وفات سے محض ۴ روز قبل آئے اور کتابیں دیکھتے اور نکلواتے چلے گئے۔ بل بنا تو ۲۵ ہزار سے زائد کا تھا۔ ایک ساتھی نے لطف لینے کی خاطر چھیڑا۔ ''آپ نے ساری کتابیں دوسرے مسلک کی خرید لیں ارادہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''طالب علم کا مسلک صرف علم ہے، اُسے فرقوں میں نہیں بانٹا جاسکتا۔''

ایک اور صاحب جو نعت خوانی کا شوق رکھتے ہیں، ماضی کو کریدنے لگے، وہ اُن کے ہم مسلک نہیں مگر سرِ راہ کسی محفل میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدحت نے اُن کو اتنا متاثر کیا کہ نعت خواں کے ساتھ ہی اُس کے جائے قیام پر آ گئے۔ رات بیت گئی وہ اجنبی کے ساتھ بیٹھے عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ترانے گاتے اور سنتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر ہوگئی اور فرمایا: ''تمہارا شکریہ اس رات کو قیمتی بنا دیا۔'' پھر کئی بار اصرار کر کے بلایا اور صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو خراجِ عقیدت کی رات منائی۔

وہ جو اقبال سے منسوب ہے کہ ''یہ قوم مردہ پرست ہے، مر جانے پر مزار بناتی اور یادیں مناتی ہے۔'' مگر پیر نصیر الدین نصیر کا معاملہ ذرا مختلف ہے کہ اہل علم اُن کے اوصاف کے معترف تھے، وہ بھی جن کے ذہن فرقہ پرستی نے مصلوب کر رکھے ہیں، مگر جو اُن کا مقام تھا اُس کا اعتراف بہر حال نہ کیا جاسکا۔ شاید ادراک کی کمی تھی اور اس کی بڑی وجہ وہی فرقہ پرستی کا زہر کہ جس نے قوم کو کھوکھلا کر ڈالا۔ یہ سوچ ہی عنقا ہے کہ کوئی ہمارے دماغ کے سانچوں سے بڑا بھی ہوسکتا ہے۔ قوم کے حیطۂ خیال سے ہی ماوریٰ ہے کہ نہ علم کو خانوں میں بانٹا جاسکتا ہے نہ اہل علم کو۔

پیر نصیر الدین اپنے پردادا کی طرح اتحادِ امت کے داعی تھے، وہ سب کے تھے، سب کو اپنا جانتے تھے۔ اللہ اُن کی قبر کو نور سے بھر دے کہ انھوں نے کرتب باز ملاؤں کی بھیڑ میں اپنے لیے الگ راہ چنی اور مسندِ علم کو آباد رکھا۔ جو ایک مشکل کام تھا مگر وہ مشکلات کا حل جانتے تھے خود اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انبیاء ، اولیا ، اہل بیت نبی	تابعین و صحابہ پر جب آن بنی
سب نے سجدے میں گر کر یہی عرض کی	تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے

مکتوب (۱)

عبداللطیف الفت (اسلام آباد)

''سیّدی وَ اَبی''......ایک گراں قدر تحفہ

(تذکرہ حکیم ظہیرالدین ظہیر صہبائیؒ)

اسلام آباد

۲۳رجنوری ۲۰۰۹ء

عزیزِ گرامی! السلام علیکم!

ہمشیر محترمہ سیّدہ اُم کفیل کی تالیف ''سیّدی وَ اَبی'' عزیزم ذوالکفل کی عنایت سے باصرہ نواز ہوئی۔ کتاب اتنی دلآویز تھی کہ ایک ہی نشست میں ختم کرڈالی۔ ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے وابستگان کے لیے یہ کتاب بلاشبہ ایک گراں قدر تحفہ ہے۔

تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں میں جذبۂ حریت بیدار کرنے میں شاہ صاحب کا حصہ اتنا وزنی ہے کہ ہماری تاریخی جدوجہد آزادی میں شاید ہی کوئی رہنما ان کی برابری کرسکے۔ ہندوستان کے دور دراز گوشوں، دور افتادہ دیہات اور ان مقامات تک جہاں مرکزی تو درکنار کسی علاقائی رہنما نے کبھی قدم نہ رکھا ہو، وہاں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے شعلۂ آواز نے دلوں میں آزادی کی جوت جگائی۔ ہماری قومی بے مہری اور قدر ناشناسی نے ان کی شخصیت کی تابنا کی کو گہنادیا۔ اگر وہ کسی زندہ اور بیدار قوم میں پیدا ہوئے ہوتے تو وہ چوراہوں پر ان کے مجسمے نصب کرتی اور ان کے نام سے اداروں کو منسوب کرتی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا اندوہناک بات ہوگی کہ ملتان جیسے شہر میں جہاں وہ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ کوئی کوچہ یا بازار ان کے نام سے نہیں پہچانا جاتا۔ جبکہ ہمارے اسلام آباد میں بڑی بڑی شاہراہیں اونچے درجے کے بیوروکریٹس تک کے ناموں سے منسوب کی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ نصرت فتح علی کے نام پر بھی ایک سڑک موجود ہے۔

کتاب میں ایسی بہت سی شخصیات کا ذکر بھی آیا ہے جو سیاسی اور دینی محاذ پر حضرت شاہ صاحب کے ہم رکاب رہے۔ ان سب کی یاد بذاتِ خود بادِ بہاری کا روح پرور اور ایمان افروز جھونکا ہے۔ یہ مصرعہ بار بار زبان پر آتا ہے:

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

ان ہی لوگوں میں ایک ایسی نابغۂ روزگار ہستی کا تذکرہ بھی ہے جو خانوادۂ بخاری سے بحیثیت معالج وابستہ رہے اور انھوں نے اماں جی مرحومہ ومغفورہ کی ٹی بی کا کامیاب علاج کیا۔ میری مراد حکیم ظہیرالدین ظہیر صہبائیؒ سے ہے۔ ان کا

(۱) بنام سید محمد کفیل بخاری

ذکر کتاب کے صفحہ ۱۰۲ اور ۱۰۳ پر ہے۔

حکیم صاحب مرحوم بلاشبہ بڑے کلّے ٹھلّے کے انسان تھے۔ امرتسر میں تو ان کی رہائش نوابوں کی طرح رہی ہوگی۔ وہاں سے خانہ ویرانی کے بعد وہ ۱۹۴۷ء میں گجرات میں آ کر آباد ہوئے تو یہاں بھی انھیں ایک محل نما مکان الاٹ ہوا جس میں وہ پوری آب وتاب اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نہایت وجیہہ شخصیت عطا کی تھی۔ دراز قامت، سرخ وسپید رنگت، بھرا بھرا جسم، نہایت رعب دار سفید مونچھیں۔ ان کا گھر گجرات کی دو عظیم الشان رہائشی عمارتوں یعنی رام پیاری محل اور لالہ کیدار ناتھ محل کے ساتھ سرکلر روڈ پر تھا۔ یہاں ہر شام حکیم صاحب دوستوں کی محفل جماتے تھے۔ ایک بڑے سے تخت پوش پر ضخیم تکیہ سے ٹیک لگا کر حکیم صاحب براجمان ہوتے اور ایک دائرے کی شکل میں کرسیوں پر شہر کے باذوق، ادب نواز اور صاحبِ ذوق لوگ بیٹھے رہتے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے پیچواں حقہ درمیان دھرا رہتا تھا اور دھوئیں کے مرغولوں میں حالاتِ حاضرہ، شعروادب اور علمی مسائل پر گفتگو جاری رہتی۔ تا آنکہ قریب ہی واقع سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی مسجد کالری دروازہ سے مغرب کی اذان کی آواز بلند ہوتی۔

ہمارا خاندان والد مرحوم کی ملازمت کے سلسلے میں گجرات میں مقیم تھا۔ ہمارے ابا جی مرحوم سرکاری عہدہ دار (وہ بحیثیت تحصیلدار ریٹائر ہوئے تھے) ہونے کے باوجود امیرِ شریعت کے والہ وشیدا تھے۔ (اس تعلق کے بارے میں ان شاء اللہ اپنی یادداشتیں پھر کبھی حسبِ توفیق قلم بند کروں گا)۔ میری بڑی والدہ مرحومہ ذیابیطس کی پرانی مریضہ تھیں۔ پاکستان بننے سے کئی برس پہلے سے ہمارے گھر میں انسولین متعارف ہوگئی تھی اور اس کا استعمال جاری رہتا تھا۔ اس کے باوجود مرض میں کمی بیشی جاری رہتی۔

حکیم ظہیر صہبائی سے ہمارا پہلا تعارف والدہ کے علاج کے سلسلے میں ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حکیم صاحب کشتہ بارہ سنگھا طلب فرماتے تھے جو گجرات میں نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ میرے ماموں راولپنڈی دہلی دواخانہ سے لے کر گجرات بھیجتے تھے۔ حکیم صاحب اس میں کوئی دوا اپنی طرف سے شامل کر کے استعمال کراتے اور والدہ صاحبہ کی جان انسولین کے ٹیکوں سے چھٹتی رہتی تھی۔ بلکہ شوگر بھی کنٹرول میں رہتی تھی۔ ڈاکٹروں کے برعکس حکیم صاحب نے مریضہ کی خوراک پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی تھی۔ البتہ پرانے حکیموں کی روایت کے مطابق حکیم صاحب نے والد مرحوم سے تمام تر دوستی کے باوجود اس راز پر سے کبھی پردہ نہیں اٹھایا کہ وہ ازخود کونسی دوا کشتہ بارہ سنگھا میں شامل کرتے ہیں۔

اس تعلق کے بعد ابا جی مرحوم بھی حکیم صاحب کے مصاحبوں میں شامل ہوگئے۔ ابا جی، دیوانِ حافظ اور مثنوی مولانا روم کے تو گویا حافظ ہی تھے۔ اس لیے حکیم صاحب سے ان کی خوب بنی اور دونوں کے درمیان بہت گہرے تعلقات استوار ہوگئے۔ کئی برس وہ حکیم صاحب کی شام کی محفل میں باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

حکیم صاحب گفتگو میں بھی بہت ''کھلے ڈُھلّے'' آدمی تھے۔ اب یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ ان محفلوں میں کونسی ایسی

بات ہوگئی جو والدہ مرحوم کو ناگوار گزری اور انھوں نے حکیم صاحب سے قطع تعلق کرلیا اور مہینوں تک شام کی محفل میں نہ گئے۔ یاد رہے کہ والدہ مرحومہ کی دوا اس دور میں بھی باقاعدہ ملتی رہی۔ ملازم کشتہ بارہ سنگھا لے جاتا اور حکیم صاحب دوا تیار کرکے بھیج دیتے۔ اس علاحدگی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ عید آ گئی۔ ہم لوگ عید کی نماز سے فارغ ہوکر گھر پہنچے تو تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ کھولا تو دیکھا کہ حکیم صاحب کا ملازم کھڑا ہے۔ اس نے ایک ملفوف میرے حوالے کیا جو میں نے اندر آکر اباجی کی خدمت میں پیش کردیا۔ اباجی نے اسے کھولا اور پڑھتے ہی اپنی چھڑی اٹھائی اور اٹھ کر چل دیئے۔ میں نے پوچھا کہاں جارہے ہیں تو انھوں نے موصولہ رقعہ میری طرف بڑھادیا۔ کہنے لگے اب اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہ گئی۔ میں حکیم سے عید ملنے جارہا ہوں۔

جیسا کہ ہمشیر محترمہ نے لکھا ہے کہ حکیم صاحب بہت پائے کے شاعر بھی تھے۔ اس کا ایک ثبوت یہ رقعہ ہے جو خوش قسمتی سے میرے کاغذوں میں محفوظ رہ گیا۔ میں اس تبرک کی عکسی نقل بھیج رہا ہوں۔ ''ارمغانِ عید'' اور ''شکوہ''۔ یہ حکیم صاحب کی اپنی تحریر ہے۔ اس ''شکوہ'' کے پہلے شعر کی صحیح داد جبھی دی جاسکتی ہے جب قاری کو یہ معلوم ہو کہ اباجی مرحوم کا اسم گرامی ''غلام رسول'' تھا۔

مخلص ظہیر صہبائی امرتسری

ارمغانِ عید

مستقبلم بہ ظلمت و حالم خراب حال
ایں خنجرِ غم است بمن یا ہلالِ عید
خیریست ہرچہ مے گزرد جائے شکر ہست
صہبایا مگر تو بہ یاراں بدہ نوید

ترجمہ:

''میرا مستقبل اندھیروں میں گھرا ہے اور حال کی حالت خراب ہے
یہ (چاند جو طلوع ہوا ہے) میرے لیے خنجرِ غم ہے یا ہلالِ عید ہے؟
جو بھی گزرے اسے اچھا جاننا چاہیے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے
اے صہبائی (اس خستہ حالی کے باوجود) دوستوں کو عید کی تہنیت پیش کرو''

شکوہ

مایۂ ناز ای غلامِ رسول　　نیز من بندۂ خدا ہستم
تو فرامُش مرا چرا کردی　　آنچہ من بودم ہُماں ہستم
پُر زبانم ز شکوہ ایست مگر　　من بپاسِ ادب دہاں بستم
سربلندی ترا مبارک شد　　ایں تنفّر بہ اینکہ من پستم
دامن از دستِ من سلامت گیر　　از مئے رنگِ بے خودی مستم
خوب کیفیت است صہبائی　　دل غنی دارم و تہی دستم

ترجمہ:

(۱) اے ”غلام رسول“ آپ مایۂ ناز ہیں　　لیکن (یادرکھیے) میں بھی ”بندۂ خدا“ ہوں
(۲) آپ نے مجھے کیوں فراموش کر دیا ہے　　میں تو وہی ہوں جو پہلے تھا
(۳) (یوں تو) میری زبان شکووں سے پُر ہے　　لیکن (آپ کے) ادب کی وجہ سے خاموش ہوں
(۴) آپ کو اپنی سربلندی مبارک ہو　　کیا مجھ سے اس لیے تنفر ہیں کہ میں کمتر ہوں
(۵) اپنا دامن میرے ہاتھوں سے سلامت لے جائیں　　میں تو بے خودی کی شراب سے مست ہوں
(۶) صہبائی میری کیفیت بھی عجیب ہے　　دل تو غنی رکھتا ہوں لیکن ہاتھ (دولت سے) خالی ہیں

عکس تحریر حکیم ظہیر الدین ظہیر صہبائی

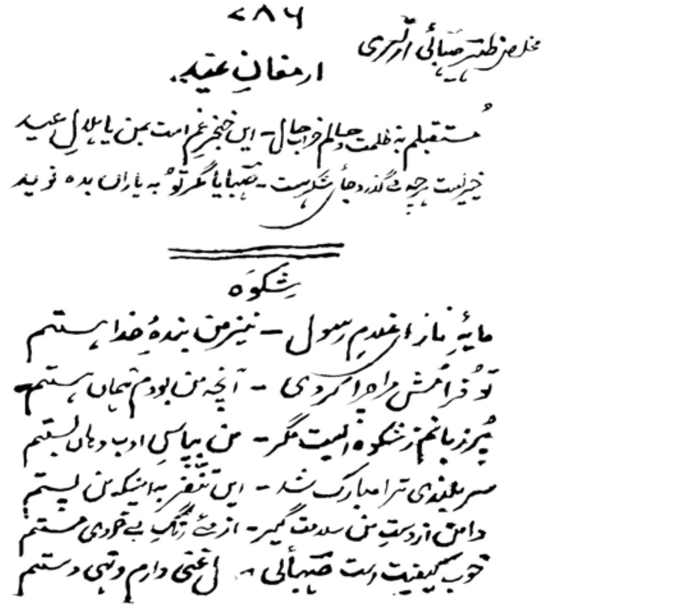
ارمغانِ عید

شکوہ
مایۂ ناز ای غلام رسول - نیز من بندۂ خدا ہستم
تو فرامش مرا چرا کردی - آنچہ من بودم ہماں ہستم
پُر زبانم ز شکوہ ایست مگر - من بپاسِ ادب دہاں بستم
سربلندی ترا مبارک شد - ایں تنفر بہ اینکہ من پستم
دامن از دستِ من سلامت گیر - از مئے رنگِ بے خودی مستم
خوب کیفیت است صہبائی - دل غنی دارم و تہی دستم

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

☆ڈاکٹر قدیر سے اب بھی ایٹمی پھیلاؤ کا خطرہ ہے۔(رابرٹووڈ)
ٹیپو سلطان کی لاش سے بھی اسی طرح انگریز کئی دن خوفزدہ رہے تھے۔
☆حکمران امریکی ایلچی کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کی بجائے دوٹوک انداز میں بات کریں۔(جاوید ہاشمی)

میدان میں وہ آتا ہے جو غیرت سے بھرا ہو
محفل میں چھلکتا ہے سدا ساغر لبریز

☆پاکستان پر میزائل حملے ہوتے رہیں گے۔(امریکی تھنک ٹینک)
کہاں گیا وہ بش کے چرنوں میں جھکنے والا سورما، جس نے کہا تھا ''میں نے پاکستان بچالیا''
☆اپنے دور میں پاکستان اور اسرائیل کو قریب لانے کی کوشش کی۔(پرویز مشرف)
کہ ''جہاز'' کو اپنے پرائے کی پہچان نہیں رہتی۔
☆ڈرونے حملے پاکستان سے نہیں ہو رہے۔(وزیر دفاع احمد مختار)
حملہ آور طیارے پاکستان کے اندر ہی آپریٹ کیے جاتے ہیں۔(ڈائن فائنائن)
☆ممبئی حملے: منصوبہ بندی پاکستان میں بھی ہوئی۔(رحمٰن ملک مشیر داخلہ)
بلاتبصرہ!
☆ملتان ریسٹ ہاؤس، وفاقی وزیر کی کھلی کچہری، جیالے گتھم گتھا، گالیاں، ایک دوسرے پر الزامات(ایک خبر)
ایں خانہ ہمہ آفتاب است
☆آرتھوپیڈک ڈاکٹر کو پٹرولیم کا مشیر کیوں لگایا گیا؟(سینیٹر پروفیسر خورشید)
عوام کی ہڈیوں سے تیل نکالنے کے لیے
☆شجاعت نے لال مسجد آپریشن نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔(پرویز مشرف)
سفید فاسفورس سے جلائی جانے والی معصوم بچیوں کی بالوں والی کھوپڑیاں اور قرآن مجید کے جلتے ہوئے اوراق تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے۔
☆وعدے پورے کریں گے۔(زرداری)
جب وعدے پورے کرنے کی باری آتی ہے تو کہتے ہیں ''وعدے کوئی صحیفہ نہیں ہوتے۔''

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **مکّی اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم**　　مصنف: مولانا ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی

ضخامت: ۳۲۰ صفحات　　قیمت: ۲۵۰ روپے　　ناشر: القلم، فرحان ٹیرس، ناظم آباد نمبر ۲، کراچی

ڈاکٹر صاحب علی گڑھ کے معروف عالم دین ہیں۔ ان کی کتب توجہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ وہ تیس سے زائد کتب اور تین سو سے زائد مقالات تحریر کر چکے ہیں۔ سیرت کے حوالے سے انھوں نے بہت سا کام کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل کے ڈائریکٹر ہیں۔ انھوں نے سیرت کے حوالے سے ایک موضوع تلاش کیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کا وہ زمانہ جب وہ اقلیت میں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں خیال اس لیے آیا کہ وہ ہندوستان میں رہتے ہیں اور وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے رہنمائی ملتی ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں انھیں کیسی زندگی بسر کرنی چاہیے۔ یہ تو ہندوستان ہے جہاں مسلمان ایک بڑی اقلیت ہیں۔ یورپ اور امریکہ جہاں مسلمان چھوٹی اقلیت ہیں۔ انھیں زیادہ فکر مند ہونا چاہیے۔ مصنف نے حرفِ آغاز میں لکھا ہے کہ ''ہمارے علماء نے اسلام کو گزشتہ صدیوں میں ایک حاکم مذہب بنا کر پیش کیا۔ اس کی فقہ اسلام کے صرف نظامِ حاکمیت کو اجاگر کرتی ہے۔'' یہ بات تو درست ہے مگر آگے چل کر مصنف احساسِ کمتری کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ''لیکن اسلام کی ہر آن ہر حال غالبیت وحکمرانی کے تصور نے بڑی خرابی برپا کی۔ علماء وفقہا اور اہل رائے کے علاوہ یہ فکر وتصور عوام الناس کے دلوں اور دماغوں میں اس طرح راسخ ہو گیا کہ حکمرانی مسلمانوں کی سائیکی بن کر رہ گئی۔''

کیا ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کی سائیکی درست کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں ماہر نفسیات تسلیم کر لیا جائے۔ اگر وہ حرفِ آغاز میں یہ انداز اختیار نہ کرتے تو انھیں سیرت لکھنے کا ثواب ضرور ملتا۔ مگر وہ تو اور طرح کا رونا رو رہے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''پدرم سلطان بود والی سائیکی ہی کا عطیہ کہیے یا المیہ، مسلمان اہل قلم صرف تاریخ سلطنت ہی لکھتے رہے۔''

ایک پڑھے لکھے شخص سے احتیاط کی توقع کی جا سکتی ہے مگر کیا کیجیے؟ میرا خیال ہے کہ انھوں نے کتاب کو لکھتے ہوئے عالم اسلام کو ذہن میں نہیں رکھا۔ ان کے سامنے صرف ہندوستان تھا۔ وہ مغلوب مسلمان کو ہی مثالی فرد کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے۔ کیا ہندوستانی سماج کو اب ایسے عالم دین قابل قبول ہیں۔ جو مسلمانوں کو محکومیت کا سبق پڑھاتے رہیں اور جن کی فکر پر محکومیت کا غلبہ ہو؟ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **جہاد، مزاحمت اور بغاوت**　　مصنف: محمد مشتاق احمد

ضخامت: ۷۰۷ صفحات　قیمت: ۵۰۰ روپے　　ناشر: الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ

یہ کتاب اسلامی شریعت اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں لکھی گئی ہے اور اس کے مصنف محمد مشتاق احمد ہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر قانون ہیں۔ اس لیے اگر یہ رائے قائم کی جائے کہ مصنف کا اس موضوع پر وسیع مطالعہ ہے تو یہ درست ہوگا۔ اس کا پیش لفظ معروف عالم دین مولانا ابوعمار زاہد الراشدی نے لکھا ہے۔

مولانا صاحب لکھتے ہیں: ''میں نے اس کے مقدمہ کے ساتھ ساتھ مضامین کی فہرست پر ایک نظر ڈالی تو محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً عرض کر رہا ہوں کہ دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا اور زبان ''ذٰلک ما کنا نبغ'' کا ورد کرنے لگی۔''

مولانا صاحب نے جس طرح کتاب کا خیر مقدم کیا ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے فلسفۂ جہاد کو واضح کیا ہے۔ مصنف نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''امریکہ میں گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو جو واقعات رونما ہوئے اس کے بعد اسلامی دنیا میں بھی اور مغرب میں بھی جہاد کے موضوع پر تحقیق اور بھی ضروری ہوگئی ہے۔ بالخصوص جبکہ اس وقت عراق، افغانستان اور دیگر کئی مقامات پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تصادم کا ایک بظاہر نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور اس تصادم کا دائرہ کار اس حد تک وسیع ہوگیا ہے کہ اکثر مقامات پر مسلمان ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ اس وقت مسلمان اہل علم کی ذمہ داری اور بھی بڑھ گئی ہے کہ وہ عصرِ حاضر میں جہاد سے متعلق امور کا تجزیہ کریں اور جہاد کے متعلق پیدا ہونے والے مختلف قانونی مسائل پر شریعت کا نقطۂ نظر واضح کریں۔''

مصنف نے اس کتاب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) چند اصولی مباحث (۲) علۃ القتال (۳) آداب القتال (۴) جنگ آزادی، جہاد اور دہشت گردی (۵) بغاوت اور خانہ جنگی

یہ نہایت اہم بحث ہے۔ ایسی مثبت بحث بہت کم نظر آتی ہے۔ اس موضوع پر لکھتے ہوئے مصنفین عام طور پر جذباتی ہو جاتے ہیں اور اصل موضوع سے دور ہو جاتے ہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب نے شروع سے آخر تک اس موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ ہاں کہیں اختلاف کی گنجائش بھی نکل آئے گی۔ اختلاف کس مقام پر نہیں ہوا۔ مجموعی طور پر یہ کتاب بھرپور تاثر دیتی ہے اور اُسے اہم کتابوں کی فہرست میں شامل کیا جائے گا۔

آخر میں مصنف نے لکھا ہے: ''اس ساری بحث کے بعد لال مسجد کے سانحے میں حکومت کے طرزِ عمل کے متعلق منفی فقہ کی رو سے کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا لال مسجد والوں کو باغی اور لال مسجد کے احاطے کو دار البغی کہا جاسکتا تھا؟ اگر ہاں تو حکومت نے ان باغیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا کیا وہ صحیح اور جائز تھا؟ اور اگر لال مسجد والوں کا جرم اتنا سنگین نہیں تھا کہ اسے بغاوت قرار دیا جاسکے۔ تب اس سے زیادہ اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ حکومت نے جو کچھ کیا اسے سیاسہ عادلہ کہا جائے یا سیاسہ ظالمہ؟''

اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ اہم کتاب ہے۔ امید ہے کہ جس نیک ارادے سے لکھی گئی ہے، اس کا مطالعہ بھی اسی انداز میں کیا جائے گا۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **مجالس مسیح الامت**　　واعظ: حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان رحمتہ اللہ علیہ

ضخامت: ۴۳۵ صفحات　قیمت: درج نہیں　　ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

اولیاء اللہ کی مجالس اور مواعظ حکمت و دانائی کی باتوں سے معمور ہوتے ہیں۔ اصلاحِ اعمال اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ماضی قریب میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ کے نام ور بزرگ حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان رحمہ اللہ اپنی طرز کے منفرد انسان تھے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں مولانا مسیح اللہ خانؒ کی پہلی سولہ مجالس کی گفتگو جلد اوّل کی صورت میں قلم بند کی گئی ہے۔ جس میں مختلف موضوعات پر مشتمل، مولانا کے مواعظ و فرمودات کو مرتب کیا گیا ہے۔ مولانا کے مسلک کے ترجمان جناب ابراہیم تسبیح والے کی خواہش کے مطابق مولانا عبدالقیوم حقانی نے اس کتاب کو جدید ترتیب، عمدہ کتابت، خوبصورت طباعت اور اپنے جاندار مقدمے کے ساتھ شائع کیا ہے۔ علم و حکمت، تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس، تصوف و سلوک اور روزمرہ کے معاملات پر گراں قدر ملفوظات، اعمال کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہیں۔ (تبصرہ: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)

● **جریدہ: ماہنامہ ''مسیحائی'' (قرآن نمبر)**　مدیرِ منتظم: ڈاکٹر حقانی میاں قادری

ضخامت: ۳۸۶ صفحات　قیمت: ۳۰۰ روپے　　ناشر: احمد خیر الدین انصاری، ۱۹۷۔ بی، بلاک اے شمالی ناظم آباد، کراچی

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن مجید رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور انسانیت کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں اُن لوگوں کے حالات بھی ہیں جو پہلے گزر چکے اور اُن لوگوں کا ذکر بھی ہے جو آنے والے ہیں۔ یہ نسخہ کیمیا ہمارے انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل ہے۔ تمام آسمانی صحیفوں کا خلاصہ اور نچوڑ قرآن مجید ہے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ ہی یہی ہے کہ قرآن کریم کی روشن اور رہنما ہدایات کو سمجھ کر عمل کرنا تو کجا پڑھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کے پیغامِ ہدایت و بصیرت کو عام کیا جائے۔ اسی حوالے سے ماہنامہ ''مسیحائی'' کا شعبۂ ادارت قابل مبارک باد ہے کہ انھوں نے انتہائی سلیقے سے اپنے جریدے کا ''قرآن نمبر'' شائع کیا ہے۔ جس میں نام ور لکھاریوں کی تحریریں شامل ہیں۔ ''مسیحائی کا زیرِ نظر شمارہ قرآن مجید کے حوالے سے، اردو زبان و ادب میں بلاشبہ ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ (تبصرہ: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)

● **تبلیغی جماعت**　　مرتب: شبیر احمد خان میواتی

ضخامت: ۲۸۵ صفحات　قیمت: ۱۹۰ روپے　　ناشر: ندوۃ المبلغین، بلال پارک، بیگم پورہ، لاہور

''حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تھے۔ مگر میں فرنگیوں کو لوگوں کے دلوں سے نکالنا چاہتا ہوں۔''

یہ جملے مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے ہیں۔ مولانا نے اپنے ایمان ویقین کی زبردست قوت اور غریب مسلمانوں سے والہانہ محبت کی بنیاد پر میوات میں تبلیغِ دین کا کام شروع کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے میواتیوں کی مرجھائی ہوئی بے دین زندگی میں بہار آ گئی اور میواتیوں کے قافلے دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے سارے ہندوستان میں پھیل گئے۔ مولانا محمد الیاسؒ نے اَن پڑھ میواتیوں پر محنت فرمائی اور میوات کی بنجر زمین، نورِ ایمان سے سرسبز وشاداب ہوگئی۔

اس کتاب میں مدوّن نے وہ تمام تحریریں اکٹھی کر کے شائع کردی ہیں جن میں تبلیغی جماعت کی مساعی جمیلہ کو سراہا گیا ہے۔ لکھنے والوں میں سید سلیمان ندویؒ، عطاء الحق قاسمی، محمد سعید الرحمٰن علویؒ، ارشاد احمد حقانی، اوریا مقبول جان، انور قدوائی، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور بہت سے دوسرے زعماء شامل ہیں۔ کتاب کی جلد، طباعت، کاغذ، ٹائٹل قابل تعریف ہے۔ (تبصرہ: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)

● **تذکرہ مشاہیر چودھوان**　　تالیف: مولانا عمادالدین محمود

ضخامت: ۱۹۹ صفحات　قیمت: درج نہیں　　ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

تجھ کو لکھنا ہے تو کچھ دنیا کے معماروں پہ لکھ
معتبر مضمون کوئی شائستہ کرداروں پہ لکھ

ڈیرہ اسماعیل خان سے تقریباً پچاس میل دور جنوب مغرب کی طرف کوہِ سلیمان کے دامن میں ''چودھوان'' ایک قصبہ ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں اس قصبے کے مشاہیر علم وادب کا تذکرہ کیا ہے اور بھرپور تذکرہ کیا ہے۔ مزید برآں اس کتاب میں چودھوان کے علاقے کا تاریخی پس منظر، یہاں بسنے والی مختلف قوموں کے حالات، بود وباش، تہذیب وثقافت، علاقائی تہوار اور رسم ورواج کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ بقول مؤلف:

''میں نے اس کتاب میں اپنے علاقہ کی اجمالی داستان بالخصوص بابڑ قوم کی تاریخ کے ساتھ ساتھ اپنے گاؤں کے جید اور شہرہ آفاق علماء، مشائخ، حفاظ، شہداء اور نامور افراد کے حالات قلم بند کیے ہیں۔

لایا ہوں اس طرح دل صد پارہ ڈھونڈ کر
ٹکڑا جہاں پڑا ہوا پایا اٹھا لایا

چہار رنگا ٹائٹل کے ساتھ خوبصورت جلد میں اچھی کتاب ہے اور مولانا عبدالقیوم حقانی اس فن میں اب واقعی اتارو ہو چکے ہیں۔ (تبصرہ: شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)

ادارہ

اخبارُالاحرار

لاہور (۵؍فروری) مجلس احرارِ اسلام پاکستان اور تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کے رہنماؤں حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار ،میاں محمد اویس، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر اور یاسر عبدالقیوم نے مختلف مقامات پر کہا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے آج تک کے حکمرانوں نے مسئلہ کشمیر کے حوالے سے مجرمانہ اِغماض برتا، اِن رہنماؤں نے کہا کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کا حل ہونا چاہیے اور عالمی برادری کو مسلم کش اقدامات کی مذمت کرنی چاہیے، مجلس احرارِ اسلام اور تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کے رہنماؤں نے کہا کہ کشمیر اور فلسطین میں ہونے والے مظالم پر امریکہ اور یورپی ممالک فریق بن چکے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونے والی دہشت گردی کو سپانسر کر رہے ہیں جو انسانیت کی نفی اور توھین ہے۔ قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ پاکستان بنتے وقت باؤنڈری کمیشن کے سامنے قادیانیوں نے گورداسپور کو ہندوستان میں شامل کرنے کی درخواست دے کر مسئلہ کشمیر کھڑا کیا تھا ورنہ جغرافیائی حوالے سے صورتحال مختلف ہوتی اور مسئلہ کشمیر کھڑا ہی نہ ہوتا، انھوں نے کہا کہ اب بھی قادیانی مسئلہ کشمیر کو الجھانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں جبکہ اسرائیلی فوج میں چھ سو قادیانی صہیونی مفادات کے لیے سرگرم ہیں۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۵؍فروری) مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے زیرِ اہتمام یومِ کشمیر پر ایک نشست منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات ونشریات مولانا محمد عابد مسعود ڈوگر نے کی۔ مولانا محمد عابد مسعود ڈوگر نے اس موقع پر کہا کہ عالمی سطح پر کشمیر کے حوالے سے بات چل رہی ہے۔ اب پاکستانی حکومت کو غنیمت سمجھ کر مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے کوششیں تیز کر دینی چاہئیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہمیں کشمیر مل جائے تو ہمارا پانی کا مسئلہ جلد حل ہو سکتا ہے۔ تحریکِ طلباء اسلام کے رہنما محمد قاسم چیمہ، رانا محمد عمیر قمر اور انجم شہزاد ایڈووکیٹ نے کہا کہ پاکستان بنتے وقت باؤنڈری کمیشن میں قادیانیوں کا گورداسپور کو ہندوستان کو دینے کے اعلان نے مسئلہ کشمیر پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ آج تک کشمیر کا مسئلہ لٹکا ہوا ہے مقررین نے مطالبہ کیا کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں مسئلہ کشمیر کو حل کیا جائے اور کشمیریوں کو حق خود ارادیت دیا جائے۔

چیچہ وطنی (۱۴؍فروری) ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن پاکستان نے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ضلع لیہ میں ہونے والی نام نہاد فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کی مذمت کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا ہے جس میں ٹیم نے کہا ہے کہ

قادیانیوں کے خلاف توہینِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) قانون کا غلط استعمال ہوا ہے۔ ہیومن رائٹس نے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور تفتیشی ٹیم سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی رپورٹ سے متاثر ہوئے بغیر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسے گھناؤنے اور دلخراش واقعات اور جرم کے ملزموں کو انصاف کے کٹہرے میں لائیں۔

ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن کے صدر چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور سیکرٹری جنرل فاروق احمد خاں ایڈووکیٹ نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ آج کل توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرائم میں اِضافہ کی وجہ غیرملکی امداد سے چلنے والی تنظیم ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کا بے جا پراپیگنڈہ ہے اوران کی ہرممکن کوشش ہے کہ مغرب کو خوش کریں۔ کیونکہ مغرب توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین کومنسوخ کرانا چاہتا ہے جیسا کہ ہرکوئی جانتا ہے کہ حالیہ برسوں میں مغرب نے کس طرح توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملزموں کوسراہا اوران کے بے جاتحفظ کویقینی بنایا۔ انھوں نے کہا کہ کسی کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ غیرملکی امداد سے چلنے والی ایسی تنظیمیں، مغرب جوکہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملزموں کی نام نہادآزادیٔ رائے وغیرہ کے نام پرمحفوظ جنت ہے کے ایجنڈ کو پورا کررہی ہیں۔ چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اورفاروق احمد خاں ایڈووکیٹ نے مزید کہا اگر پیغمبروں جوکہ انسانیت کے محسن ہیں کی عزت ووقار کا دفاع نہیں کیا جائے گا تو پھرانسانیت کس چیز کا نام ہے؟ انھوں نے کہا کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دردناک واقعات کے پیچھے لادین لابیوں، دین ووطن دشمنوں اور قادیانیوں جیسے گروہ کام کررہے ہیں اور یہی لابیاں قانونِ توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کوختم کرواکر ملک میں انارکی پھیلانا چاہتی ہیں انھوں نے کہا کہ قانون کوختم یانرم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے واقعات کے مرتکب افرادکولوگ خودسزا دینے پرمجبور ہوجاہیں جبکہ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ قانون کی بالادستی قائم کی جائے اور قانون نافذکرنے والےادارے بغیرکسی جانبداری کے قانون کی عمل داری کویقینی بنائیں۔

☆☆☆

لاہور(۱۰رفروری) پاکستانی نژادممتاز برطانوی عالم دین ورلڈاسلامک فورم کے رہنما مولانا قاری محمد عمران خان جہانگیری (لندن) انتقال کرگئے وہ ایک طویل عرصہ سے برطانیہ میں مقیم تھےاور برطانیہ میں ایک منجھے ہوئے عالمِ دین اور مذہبی رہنما کے طور پر پہچانے جاتے تھے وہ برطانیہ اور بیرونِ ممالک میں پُرامن تعلیمی وتبلیغی اور دعوتی سرگرمیوں میں مصروف رہتے اورتحریکِ ختم نبوت کے کام کے حوالے سے خصوصی طور پرسرگرم رہتے تھے وہ عمربھرتمام دینی حلقوں سے تعلق خاطر کونبھاتے رہے۔ وہ لندن میں پاکستانی علماء کرام کے میزبان کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ ان کاتعلق آزادکشمیر سے تھااوروہ۱۹۶۱ءمیں چیچہ وطنی کے چک نمبر۴۲-۱۲ ایل کے مدرسہ عربیہ رحیمیہ میں حافظ عبدالرشید چیمہ مرحوم (مدفون مدینہ منورہ) کی نگرانی میں قرآنِ پاک حفظ کرتے رہے، ان کی نمازِ جنازہ منگل کو مانچسٹر میں ادا کی گئی جوعلامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ نے پڑھائی اور برطانیہ کے طول وعرض سے علماء کرام اورمسلم کمیونٹی نے بڑی تعداد میں شرکت کی

، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہدالراشدی، مجلس احرارِ اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا مقبول الرحمٰن انوری اور دیگر دینی حلقوں نے مولانا قاری محمد عمران خان جہانگیری کے انتقال پر گہرے صدمے کا اِظہار کرتے ہوئے ان کی طویل دینی خدمات کوخراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

علاوہ ازیں ورلڈ اسلامک فورم کے چیئر مین مولانا محمد عیسیٰ منصوری، سیکرٹری جنرل مولانا مفتی برکت اللہ، ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر عبدالرحمٰن باوا حافظ محمد اقبال رنگونی، مولانا سہیل باوا، قاری محمد شریف، فیاض عادل فاروقی، کامران رعد، مجلس احرارِ اسلام برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد اور سیکرٹری جنرل عرفان اشرف چیمہ، مجلس احرارِ اسلام جرمنی کے امیر سید منیر احمد شاہ بخاری اور شیخ راحیل احمد، ختم نبوت سنٹر بیلجیم کے ملک محمد افضل نے ایک تعزیتی بیان میں مولانا قاری محمد عمران خان جہانگیری کے انتقال کوتمام دینی حلقوں کے لیے مشترکہ سانحہ قرار دیتے ہوئے ان کی مغفرت کی دعا کی ہے اور کہا ہے کہ مولانا جہانگیری نے عمر بھر دین کی سربلندی اور دینی حلقوں میں ہم آہنگی کے لیے نہایت مثبت اور بھرپور کردار ادا کیا ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ دریں اثناء دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی میں مولانا جہانگیری مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے اجتماعی دعائے مغفرت بھی کروائی گئی۔

☆☆☆

ساہیوال (۱۸رفروری) متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی کے کنونیئر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ قیامِ پاکستان اور دستورِ پاکستان کا بنیادی تقاضا ہے کہ پورے ملک میں اسلامی نظام کو اس کی حقیقی روح کے مطابق نافذ کیا جائے۔ اب تک کے حکمرانوں نے اسلامی نظام کے نفاذ میں مجرمانہ اِغماض برتا ہے۔ وہ جامع مسجد نور ساہیوال میں متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی کے زیرِ اہتمام ایک اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے بنائے گئے قوانین اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے بعض مقتدر حلقے پہلے سے زیادہ سرگرم ہو چکے ہیں اور فتنہ ارتدادِ مرزائیہ کو سرکاری وقومی وسائل سے پرموٹ کیا جا رہا ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ دینی حلقوں کے علاوہ سیاسی قائدین بھی اِس صورتحال کا ادراک کریں اور اسلام اور وطن عزیز کے خلاف ہونے والی سازشوں کے سدباب کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

اجلاس سے قاری منظور احمد طاہر، مولانا عبدالستار، قاری سعید ابن شہید، مولانا منظور احمد، قاری عتیق الرحمٰن، قاری شبیر احمد اور ابونعمان چیمہ نے بھی خطاب کیا اور طے پایا کہ مئی میں متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی کے زیرِ اہتمام ساہیوال میں ڈویژنل سطح پر ''ختمِ نبوت کنونشن'' منعقد کیا جائے گا جس میں تمام مکاتبِ فکر کے رہنما اور تحریکِ ختمِ نبوت کے قائدین شرکت کریں گے۔ اجلاس میں ساہیوال ڈویژن میں قادیانی اِرتدادی سرگرمیوں پر گہری تشویش ظاہر کی گئی اور ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے ادارے امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورتحال کو یقینی بنائیں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والے قادیانیوں کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائے۔

لاہور(۲۰رفروری) چند ہفتے قبل لاہور کینٹ میں واقع قربان اینڈ ثریا ایجوکیشنل ٹرسٹ کے سرپرست اعلیٰ قربان علی کے زیرِانتظام چلنے والے ایک پرائیویٹ سکول کی نصابی کتب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز مواد شائع کرنے پر اُس علاقے کی مسجد کے خطیب علامہ محمد یونس حسن کی جانب سے مذکورہ بالا شخص کے خلاف توہین رسالت کی درخواست پر مقدمہ کے اندراج کے حوالے سے ہونے والی غیرضروری تاخیر کے خلاف مرکزی دفتر احرار لاہور میں سرکردہ علماء کرام اور ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی شخصیات کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں مذکورہ بالا توہین رسالت کے واقع کے خلاف قانونی جنگ کو باقاعدہ اور منظم کر کے تیز کرنے کے لیے غور وفکر کیا گیا۔ اس اجلاس میں متحدہ ختم نبوت کے رابطہ کمیٹی کے کنوینر عبداللطیف خالد چیمہ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ یہ اجلاس جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور کے مہتمم پیر سیف اللہ خالد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں درج ذیل چھے افراد پر مشتمل ایک ایکشن کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے کنوینز مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کو مقرر کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ یہ کمیٹی باہمی مشاورت سے اس کیس کو جلد از جلد قانونی طریقے سے منطقی انجام تک پہنچائے گی۔ جن چھے افراد کو اس کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا اُن میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے میاں محمد اویس اور قاری محمد یوسف احرار، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور مولانا مختار الحق۔ اسی طرح انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مولانا ابوبکر فاروقی اور مولانا عاصم مخدوم شامل ہیں۔ اجلاس میں چودھری خالد محمود ایڈووکیٹ ہائیکورٹ نے بھی شرکت کی۔ یاد رہے کہ چودھری خالد محمود اس مقدمے کی قانونی پیروی کررہے ہیں۔ انھوں نے شرکاء اجلاس کی اصل صورت حال اور اس کے قانونی پہلوؤں سے آگاہ کیا۔

☆☆☆

لاہور(۲۳رفروری) متحدہ تحریکِ ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینر اور مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے گزشتہ دنوں میں ملک کے مختلف حصوں میں توہینِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بڑھتے ہوئے دلخراش واقعات پر گہری تشویش ظاہر کی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کے واقعات حکومت کی پالیسی کا حصہ ہیں، جس نے دین دشمنوں اور قادیانیوں پر قانون کی عمل درآمد کو یقینی بنانے کی بجائے ان کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ اپنے ایک بیان میں انھوں نے قادیانی جماعت اور ہیومن رائٹس کے نام سے کام کرنے والی بعض (نام نہاد) تنظیموں کے اس مؤقف کو مسترد کیا ہے کہ ''پاکستان میں اس قانون کو انتقامی طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس لیے آئین کی دفعہ ۲۹۵۔سی کو ختم کردینا چاہیے۔''

خالد چیمہ نے کہا کہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی ایک نبی کی توہین کی اجازت نہیں دیتا اور پوری امت چودہ صدیوں سے اس پر پوری طرح متفق ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر یہ قانون ختم یا غیرمؤثر کیا جاتا ہے تو عوام میں انتقام اور اشتعال بڑھے گا اور لوگ مشتعل ہوکر توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملزمان کے خلاف خود کارروائی پر اتر آئیں گے۔ انھوں نے کہا کہ بعض حلقوں کی طرف سے یہ

بھی کہا جارہا ہے کہ لوگ بد نیتی یا ذاتی عناد کی بنا پر ایسے مقدمات درج کروا دیتے ہیں۔ خالد چیمہ نے کہا ہے کہ اگر اس مفروضے کو مان لیا جائے تو پولیس کی تفتیش اور عدالتی کارروائی میں بے گناہ ملزم بری ہو جائے گا جبکہ ملزم کے خلاف خود کارروائی کرنے والا اس کا کام تمام کردے گا۔ انھوں نے کہا کہ اگر قانون کے غلط استعمال کے مفروضے کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو آئین کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت مقدمہ قتل میں بھی لوگ اپنی دشمنیوں کی بنا پر بے گناہ افراد کے نام لکھوا دیتے ہیں تو پھر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قتل کا مقدمہ ہی درج نہ ہو؟

انھوں نے مطالبہ کیا کہ لاہور، چیچہ وطنی، فیصل آباد، لیہ اور الہٰ آباد سمیت ملک کے مختلف حصوں میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکبین کے خلاف ۲۹۵۔سی کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے ورنہ ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔ انھوں نے کہا کہ اس وقت بھی توہینِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قانون انگلستان کے کامن لاء کے حصہ مجموعۂ قوانین میں شامل ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اسلام اور وطن کے خلاف لادین لابیوں اور قادیانی ریشہ دوانیوں کا جائزہ لے کر لائحہ عمل طے کرنے کے لئے ''متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان'' کا ایک اہم اجلاس ۲۶ رفروری جمعرات کو بعد نمازِ ظہر مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئی ٹن ٹو اسلام آباد میں منعقد ہو رہا ہے جس میں تمام مکاتبِ فکر کے نمائندہ حضرات شرکت کریں گے۔

☆☆☆

ملتان (۱۸ رفروری) مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم نشریات شیخ حسین اختر لدھیانوی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ صرف سوات اور مالاکنڈ ایجنسی ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان میں نظامِ شریعت عدل حکومتِ الٰہیہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یہ بل پارلیمنٹ میں منظور کیا جائے جس پر صدرِ پاکستان کے باقاعدہ دستخط ہوں۔ پورے پاکستان میں قرآن و سنت کے منافی قوانین ختم کیے جائیں۔ پاکستان کا قیام اسلام کا مرہون منت ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے بغیر امن کا قیام ناممکن ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت نفاذِ اسلام کا وعدہ کیا گیا لیکن اس وعدے کو فراموش کر دیا گیا اور لادین عناصر مغربی جمہوریت کا راگ الاپنے لگے جو افلاطون کا ترتیب دیا ہوا مشرکانہ اور کافرانہ نظام ہے۔

☆☆☆

ملتان (۱۸ رفروری) مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر صوفی نذیر احمد، ناظم حاجی محمد ثقلین، عزیز الرحمٰن سنجرانی، محمد الیاس، حاجی محمد اکرم، محمد بشیر چغتائی، شیخ نیاز احمد نے مشترکہ بیان میں کہا کہ قادیانی مرزائی ملک میں آئین کی کھلم کھلا خلاف ورزی کررہے ہیں۔ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔ چنیوٹ میں کالج کی پرنسپل رقیہ زاہدہ کالج میں قادیانی مذہب کی تبلیغ اور کالج کی لائبریری میں قادیانی کتب کا رکھنا اور مطالعہ کروانا امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ جس کا حکومت فوری نوٹس لے۔ جب سے مشرف نے اقتدار سنبھالا تھا۔ قادیانیوں کے پر پرزے نکل آئے ہیں۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت قادیانیوں کو تمام کلیدی اسامیوں محکمہ تعلیم اور سول سروس کے اعلیٰ عہدوں سے فوراً برطرف کرے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ حضرت پیر نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ

☆ بنت مرحومہ، سید ذوالکفل بخاری

☆ والدہ مرحومہ، ڈاکٹر سید محمد اسماعیل بخاری: مرحومہ اور اُن کے تمام خاندان کا خانوادۂ امیر شریعت سے بہت ہی اخلاص و مروّت کا تعلق ہے۔ انتقال: ۷؍فروری ۲۰۰۹ء، کوٹلہ رحم علی شاہ (مظفر گڑھ)

☆ جناب نذیر احمد مرحوم: ناگڑیاں ضلع گجرات میں ہمارے کرم فرما جناب محمد شجاع صاحب کے والد ماجد اور کرنل (ر) صفدر صاحب کے بہنوئی، انتقال: یکم فروری ۲۰۰۹ء

☆ شیخ عبدالمجید امرتسری مرحوم: مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن، سابق رکن مرکزی مجلس شوریٰ، انتقال: ۵؍فروری ۲۰۰۹ء

☆ مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ناظم حافظ محمد اسماعیل صاحب کا جواں سال بھانجا اور سالے کی اہلیہ انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی میں جماعت کے قدیم کارکن قاضی بشیر احمد (جلد ساز) کی پوتی، مقامی جماعت کے نائب ناظمِ اطلاعات و نشریات قاضی عبدالقدیر کی بھتیجی اور مدرسہ عربیہ رحیمیہ ۴۲۔۱۲ ایل کے استاد قاری مسعود الحسن کی معصوم بیٹی ۲۱؍فروری کو رضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں نمازِ جنازہ قاری محمد قاسم نے پڑھائی عبداللطیف خالد چیمہ اور احبابِ جماعت نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

☆ چیچہ وطنی میں محمد صفدر چودھری (سابق رہنما جمعیت طلباء اسلام پاکستان) کے جواں سالہ فرزند محمد عاقب گزشتہ دنوں لاہور میں ایک ٹریفک حادثے میں وفات پا گئے۔

☆ اہلیہ مرحومہ، پروفیسر خالد سعید انصاری (ملتان) انتقال: ۵؍فروری ۲۰۰۹ء

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ حق تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

دعائے صحت

☆ بنت امیر شریعت سیدہ اُم کفیل بخاری مدظلہا علیل ہیں۔ قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

Christain and Hindu by faiths respectively. The senator told us about the final Ruling of Shaheed Mohatarma Bhutto about Abdussalam. We don't think she had any right to do so or to over rule her father's verdict to get the Qadianis declared a non Muslim minority by the national assembly. The constitutional verdict was passed by her father late Bhutto against Qadianis, the then prime minister of this Islamic state. The former senator told that a brigade of pious ones performed the holy task of rubbing off "MUSLIM" from the tomb stone of Salam in the presence of a magistrate .We don't find any wrong with the action of the dutiful magistrate and the brigade, as they did what Islam and the law of Pakistan demanded. Why the senator dislikes law abiding citizens? The short of the long tale is that Muslims and this nation are generous to acknowledge people worthy of honor. We don't say that it's heram to praise some non Muslim but what our point is that a non Muslim shouldn't be called a Muslim, that's against Islam and the constitution of this country, and an offence too. If some Tom or Dick wants to express his gratitude to some heroes, he should keep in mind that the coin has another side, too, without which it wouldn't serve any justice to the readers .Whether Abdussalam was a great unsung scientist or not, this isn't a question for a religious scholar but this is a fact that Abdussalm was a Qadiani and a controversial 'patriot' as it's worthy to mention from a journalist's book "Islamic Bomb" (by Zahid Malik) in which he told about Prof Salam with reference to the former foreign minister how atomic secrets were provided to Americans because of the unsung Prof. Salam. For heavens sake, please bear it in your minds that no Mohatarma has the authority to declare a non Muslim a Muslim but religious scholars. And religious scholars don't mind praising Salam but they want to put the readers on the right track. That is, do praise Qadianis but show both sides of coins i.e. Salam was a non Muslim. And, this is an offence against Islam and constitution of Pakistan to declare some non Muslim, a Muslim. Ulemas believe that Christians are Christians and Jews are Jews. Thus Qadianis should be praised as Qadianis, as non Muslims. If they like this, there'll be no problem at all.

BY SHEHZAD ANJUM

☆☆☆

"The Unsung Prof. Salam"

A letter to Mr Mir Javed Rehman

(Chairman Jang Group, Pakistan)

As we believe that the Daily "The News International" is a responsible newspaper, we would like to draw your attention to the article "The Unsung Prof. Salam" written by Farhatullah Babar on 22 November 2008 on page 6 of this esteemed newspaper. No doubt, it's very fine to pay a tribute to our great scientists and to those who served us, brought us honor, name and fame. They deserve to be acknowledged. This is what the current regime's spokesperson and a former senator did in his article. But let's correct the record for the best interest of nation, in general, and of Muslims, in particular. The record which Islam, the law of the land and the constitution of Pakistan presents us. The former senator didn't mention anywhere in his article that Salam was a non Muslim (Qadiani), and the respectable reader could take Dr. Salam just as a Muslim. This way to sing Salam's song by Mr. Babar is that of Qadianis, who introduce themselves in a guise of Muslims, a deception to be condemned. A grave burden has been laid on us by Farhattullah Babar as he didn't find this nation, well worthy of admiring non Muslims, for which he fetched an example of Dr. Abdussalam Qadiani. What this nation acknowledged of non Muslim minorities is well known all around the globe. For instance, with your consent, let me quote about Sir Zafarullah khan Qadiani who was the very first non Muslim foreign minister of this newly born Islamic republic. Zafarullah who didn't attend funeral prayer of the pioneer of this state by saying "either he (Quaid-e-Azam) is a Muslim or me" meaning Zafarullah being a non Muslim couldn't pray for a Muslim (Quaid-e-Azam) or Zafarullah being a Muslim couldn't pray for a non Muslim(Quaid-e-Azam). This Pakistani nation of Muslims acknowledged services of Justice Corneilus and Justice Bhagwandas, the non Muslims,

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری — ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

تحریک ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

ختم نبوت کانفرنسیں اور اجتماعاتِ احرار

5 مارچ	جمعرات، بعد نماز عصر، ختم نبوت سیمینار، پریس کلب، ٹوبہ ٹیک سنگھ
6 مارچ	اجتماعِ تحفظ ختم نبوت، قبل از نماز جمعۃ المبارک، جامعہ صدیقیہ، کمالیہ
8 مارچ	اتوار، بعد نماز عشاء، تحفظ ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد بلاک نمبر 1، سرگودھا
12,11	ربیع الاوّل، سالانہ دوروزہ ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد احرار، چناب نگر
15 مارچ	اتوار، بعد نمازِ ظہر، مدرسہ سیدنا فاروق اعظمؓ، چک کالی مال، موضع اصحابہ ٹوبہ روڈ جھنگ
19 مارچ	جمعرات، بعد نمازِ ظہر مدرسہ ختم نبوت، دارالسکینہ روڈ، عمر کالونی نزد یو بلاک نیا شہر جھنگ
22 مارچ	اتوار، بعد نمازِ عشاء، تحفظ ختم نبوت کانفرنس، توحیدیہ مسجد کالونی نمبر 3، خانیوال
26 مارچ	جمعرات، بعد نماز عشاء، ختم نبوت کانفرنس، دارِ بنی ہاشم، ملتان
2 اپریل	جمعرات، بعد نماز ظہر، بعد نماز عشاء، ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد چیچہ وطنی

نوٹ

جملہ ماتحت مجالس احرار اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ علاقائی سطح پر مارچ اور اپریل 2009ء میں ختم نبوت کانفرنسوں / اجتماعات اور سیمینارز کے انعقاد کا نظم بنائیں اور مقامی سطح پر تمام مکاتبِ فکر کی نمائندگی کو یقینی بنائیں۔ ضروری مشورے کے لیے مرکز سے رابطہ فرمائیں۔

رابطہ

0300-6939453
0300-6326621
042 -5865465
061 -4511961
040 -5482253
047 -6211523

منجانب: مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان، لاہور، ملتان

Designed by 0300-7345096